# قربانی

## کے فضائل و مسائل

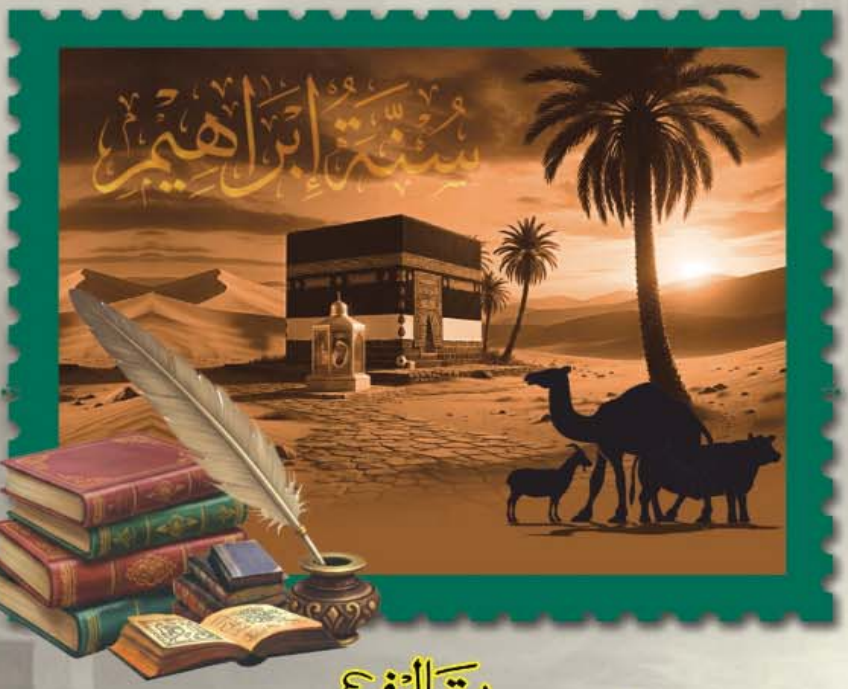


تالیف

مفتی اکرام صاحب دامت برکاتہم العالیہ

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ اسلامیہ کراچی

# فہرست عناوین


| | | |
|---|---|---|
| 1 | پیش لفظ | 7 |
| 2 | مقدمہ: قربانی کی اہمیت | 10 |
| 3 | پہلا باب: قربانی کا حکم (قرآن وحدیث کی روشنی میں) | 12 |
| 4 | قربانی کا وجوب | 13 |
| 5 | کیا قربانی سنت ہے یا واجب؟ | 14 |
| 6 | دوسرا باب: قربانی کے فضائل، ثمرات اور اہمیت | 16 |
| 7 | تیسرا باب: قربانی کا نصاب، قربانی کس پر واجب ہے؟ | 19 |
| 8 | قربانی واجب ہونے کا نصاب کیا ہے؟ | 20 |
| 9 | حاجتِ اصلیہ اور ضرورت سے زائد سامان کی وضاحت | 21 |
| 10 | زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب میں فرق | 22 |
| 11 | قربانی، صدقہ فطر اور زکوۃ وصول کرنے کا نصاب ایک ہے | 22 |
| 12 | سونے اور چاندی کے ریٹ میں زمین آسمان کا فرق: قربانی کے لیے سستا نصاب ہی کیوں؟ | 23 |

| | | |
|---|---|---|
| 13 | لاکھوں کا قرض اور قربانی کا فرض: کیا مقروض تاجر پر قربانی ہے؟ | 25 |
| 14 | مرد اور عورت کے لیے قربانی کا حکم | 26 |
| 15 | کیا گھر کے سربراہ کی قربانی پورے خاندان کے لیے کافی ہوگی؟ | 27 |
| 16 | والدین کو مال دینا اور قربانی کا وجوب: بیٹے پر کیا حکم ہے؟ | 29 |
| 17 | صاحبِ نصاب ہونے کی خاص وضاحت (فقہِ حنفی) | 30 |
| 18 | ضرورت سے زائد مکان اور قربانی کا وجوب: ایک اہم مسئلہ | 31 |
| 19 | کیا تنخواہ دار طبقہ (5 لاکھ تک کمانے والے) پر قربانی واجب ہے؟ | 33 |
| 20 | والدہ کے علاج کے لئے رکھی گئی رقم پر قربانی کا حکم | 35 |
| 21 | چوتھا باب: مقیم اور مسافر پر قربانی کی تفصیل | 37 |
| 22 | مسافر کا (نفلی) قربانی کر لینا اور قربانی کے ایام میں مقیم ہو جانا | 37 |
| 23 | اوورسیز قربانی: وکیل اور موکل کی عید میں فرق کا شرعی حکم | 38 |
| 24 | وکیل کے ملک میں نمازِ عید کی شرط: قربانی کب شروع کی جائے؟ | 40 |
| 25 | عید کا فرق: کراچی میں مقیم مسافر اور باجوڑ کی اجتماعی قربانی | 41 |
| 26 | پانچواں باب: قربانی کے جانور اور ان کے اوصاف کا بیان | 43 |
| 27 | جانور کی عمر کی تحقیق اور دانتوں کی علامت (دو دانت کا حکم) | 44 |
| 28 | جانور کی عمر کے سلسلے میں انگریزی سال کا اعتبار ہے یا قمری؟ | 44 |
| 29 | نر یا مادہ: قربانی کے لیے افضل جانور کون سا ہے؟ | 46 |
| 30 | قسطوں پر قربانی: کیا ادھار خریدے گئے جانور کی قربانی درست ہے؟ | 47 |
| 31 | انعامی بکری کا کیا کریں؟ پالیں، بیچیں یا قربان کریں؟ | 48 |

| | | |
|---|---|---|
| 32 | ہرن کی قربانی: کیا ہر حلال جانور کی قربانی ہوسکتی ہے؟ | 50 |
| 33 | کیا گدھے اور گھوڑے کی قربانی جائز ہے؟ | 51 |
| 34 | قربانی سے پہلے ولادت: جب بچھیا بچہ جن دے تو کیا حکم ہوگا؟ | 53 |
| 35 | حاملہ جانور کی قربانی: شرعی حکم اور کراہت کی تفصیل | 55 |
| 36 | چھٹا باب: قربانی کے جانور میں کون سی چیزیں شرعاً عیب ہیں؟ | 57 |
| 37 | خریداری کے بعد جانور میں عیب پیدا ہوجانے کا شرعی حکم | 58 |
| 38 | بکرے کے بال گرجانا: کیا یہ قربانی کے لیے عیب ہے؟ | 59 |
| 39 | مفلوج دم والا جانور | 60 |
| 40 | کیا جانور کے کسی عضو کا بے حس ہونا اسے عیب دار بنادیتا ہے؟ | 60 |
| 41 | کیا جلے ہوئے یا کرنٹ لگے جانور کی قربانی ہوجائے گی؟ | 62 |
| 42 | کیا بانجھ یا خصی جانور کی قربانی ہوجائے گی؟ ایک اہم شرعی وضاحت | 63 |
| 43 | بکرے کے سینگ اترنے کے بعد قربانی کا حکم | 64 |
| 44 | کیا تین تھنوں والی بکری ذبح کرنا جائز ہے؟ | 66 |
| 45 | عیب دار قربانی کے جانور کی تبدیلی اور قیمت کے فرق کا شرعی حکم | 67 |
| 46 | ذبح کے وقت پیدا ہونے والے عیب کا حکم | 68 |
| 47 | قربانی کے بعد پتہ چلا کہ جانور میں عیب تھا تو کیا کرے؟ | 69 |
| 48 | ٹوٹے ہوئے دانتوں والا بکرا: عمر اور خوراک کا معیار | 69 |
| 49 | ساتواں باب: ذبح کے مسائل | 71 |
| 50 | ذبح کی شرائط | 71 |

| | | |
|---|---|---|
| 51 | ذبح کے آداب | 72 |
| 52 | ذبح کے مسنون آداب | 73 |
| 53 | 1۔چھری کوخوب تیز کرنا | 73 |
| 54 | ۲۔قبلہ رخ لٹانا | 73 |
| 55 | ۳۔ذبح کی دعا پڑھنا | 73 |
| 56 | ۴۔اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا | 73 |
| 57 | ۵۔جانور کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا | 74 |
| 58 | ۶۔ذبح کے بعد کی دعا | 74 |
| 59 | ذبح اختیاری اوراضطراری (جب حالات قابو سے باہر ہوں) | 74 |
| 60 | کسی اور کی طرف سے ذبح کررہے ہوں تو قربانی کی دعا کیا پڑھیں | 76 |
| 61 | خود قربانی کرنا کیسا ہے؟ کیا خود ذبح کرنے پر قصاب کی اجرت صدقہ کرنا ضروری ہے؟ | 77 |
| 62 | رات کی قربانی: کیا اندھیرے میں جانور ذبح کرنا جائز ہے؟ | 79 |
| 63 | ذبح کے دوران سر کا جسم سے الگ ہوجانا | 80 |
| 64 | آٹھواں باب: قربانی کے حصص اور گوشت کی تقسیم کا مستحب طریقہ | 82 |
| 65 | کیا قربانی، عقیقہ اور ایصالِ ثواب ایک ہی جانور میں جائز ہے؟ | 82 |
| 66 | قربانی اور عقیقہ کے جانور میں حصص کی تقسیم | 84 |
| 67 | ایک شریک کا انتقال: جب جانور کا ایک حصہ دار اللہ کو پیارا ہوجائے | 84 |
| 68 | ایک بڑے جانور میں سات سے کم (چار یا پانچ) حصے کرنا | 85 |

| | | |
|---|---|---|
| 69 | مرحومین کی طرف سے قربانی: ایک حصہ یا الگ الگ؟ | 86 |
| 70 | نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کی گئی قربانی کے گوشت کا کیا کریں؟ | 88 |
| 71 | غیر مسلم پڑوسی یا جاننے والے کو قربانی کا گوشت دینے کا شرعی حکم | 90 |
| 72 | کیا صاحبِ حیثیت عزیز کو گوشت دینا جائز ہے؟ | 91 |
| 73 | نواں باب: اجتماعی قربانی کے مسائل | 93 |
| 74 | اجتماعی قربانی کے فنڈز: چارہ اور ملازمین کی اجرت کا شرعی حل | 93 |
| 75 | اجتماعی قربانی کی بچی ہوئی رقم: امانت یا ناجائز منافع؟ | 94 |
| 76 | کیا قربانی کے جانور کو خریدنے کے بعد حصہ دار بڑھائے جاسکتے ہیں؟ | 96 |
| 77 | پیسوں کی ادائیگی بعد میں اور قربانی پہلے: مشترکہ قربانی کا ایک اہم مسئلہ | 98 |
| 78 | کیا کمپنی کا ڈیٹا چوری کرنے والے شخص کے ساتھ حصہ ڈالنا جائز ہے؟ | 99 |
| 79 | کیا قادیانی کو اجتماعی قربانی میں شریک کرسکتے ہیں؟ ایک اہم انتباہ | 101 |
| 80 | دسواں باب: قربانی کے متفرق اور جدید مسائل | 103 |
| 81 | قربانی کی کھال: اللہ کی امانت اور اس کے درست مصرف | 103 |
| 82 | حجِ قران وتمتع میں ترتیب ارکان اور جدید سعودی قوانین | 104 |
| 83 | گوشت کی صفائی: کیا بغیر دھوئے قربانی کا گوشت پکانا جائز ہے؟ | 107 |
| 84 | کیا قربانی کے جانور کا دودھ پینا جائز ہے؟ | 108 |
| 85 | عید کا پہلا لقمہ: کیا قربانی تک بھوکا رہنا ضروری ہے؟ | 110 |
| 86 | عمرہ میں قربانی کرنے کا حکم | 111 |

| | | |
|---|---|---|
| 87 | ڈیجیٹل قربانی: کیا آن لائن سروسز کے ذریعے قربانی کرنا جائز ہے؟ | 113 |
| 88 | کیا قربانی کی رقم صدقہ کرنا جائز ہے؟ | 114 |
| 89 | قربانی کے ایام اور چوتھے دن قربانی کا مسئلہ | 116 |
| 90 | قصائی کی اجرت کا مسئلہ | 118 |
| 91 | قربانی یا نمائش؟ اخلاصِ نیت اور نمود ونمائش کا فتنہ | 118 |
| 92 | ہڈی، چربی اور نمک کا تبادلہ: قربانی کے اجزاء بیچنے کی شرعی حقیقت | 120 |
| 93 | حلال جانور کے وہ حصے جن کا کھانا جائز نہیں، دُم کھانے کا حکم | 121 |
| 94 | عشرہ ذوالحجہ کے آداب اور فضائل | 123 |
| 95 | تکبیراتِ تشریق: نام کی وجہ اور وقت کی شرعی تحقیق | 125 |
| 96 | حرفِ آخر: تقویٰ ہی اصل بنیاد ہے | 127 |
| 97 | ہماری دعا | 127 |

# پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین، محمدن المصطفیٰ، وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

اللہ رب العزت کی بندگی کا جوہر "تسلیم و رضا" ہے۔ اسلام سراسر اپنے خالق و مالک کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے کا نام ہے، اور تاریخِ انسانی میں اس تسلیم و رضا کی سب سے عظیم، بے مثال اور جاندار تصویر اس وقت ابھری جب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر کی گردن پر چھری رکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ محبِ صادق کے لیے محبوب کے حکم سے بڑھ کر کائنات میں کوئی چیز عزیز نہیں ہوتی۔

قربانی محض ایک جانور کا خون بہانے کا نام نہیں، بلکہ یہ اس عہد کی تجدید ہے کہ "اے اللہ! میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب تیرے ہی لیے ہے"۔ یہ سنتِ ابراہیمی ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ جب دین کا مطالبہ ہو تو جذبات، خواہشات اور انا کی قربانی دے کر ہی رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ"۔

ترجمہ: اللہ تک ان کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا، بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

موجودہ دور میں جہاں سہولیات بڑھی ہیں، وہاں علم سے دوری کے سبب قربانی جیسے اہم فریضے میں بھی بہت سی غفلتیں اور کوتاہیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ کبھی نیتوں میں اخلاص کی کمی آ جاتی ہے تو کبھی مسائلِ شرعیہ سے ناواقفیت کی بنا پر یہ عظیم عبادت محض ایک رسم بن کر رہ جاتی ہے۔ خاص طور پر فتنوں کے اس دور میں جہاں ہر طرف سے نت نئے

اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں، وہاں جمہورِ امت اور اکابرِ دیوبند کے بتائے ہوئے معتدل اور مستند فقہِ حنفی کے مطابق رہنمائی فراہم کرنا وقت کی اشد ضرورت ہے۔

زیرِ نظر رسالہ "قربانی کے فضائل ومسائل" اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔اس رسالے کو میں نے ایک مقدمہ اور 10 ابواب پر تقسیم کیا ہے:

پہلا باب: قربانی کا حکم (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

دوسرا باب: قربانی کے فضائل، ثمرات اور اہمیت

تیسرا باب: قربانی کا نصاب، قربانی کس پر واجب ہے؟

چوتھا باب: مقیم اور مسافر پر قربانی کی تفصیل

پانچواں باب: قربانی کے جانور اور ان کے اوصاف کا بیان

چھٹا باب: قربانی کے جانور میں کون سی چیزیں شرعاً عیب ہیں؟

ساتواں باب: ذبح کے مسائل

آٹھواں باب: قربانی کے حصص اور گوشت کی تقسیم کا مستحب طریقہ

نواں باب: اجتماعی قربانی کے مسائل

دسواں باب: قربانی کے متفرق اور جدید مسائل

تلک عشرۃ کاملۃ

اس رسالے میں کوشش کی گئی ہے کہ:

1-قرآن وحدیث کے محکم دلائل سے قربانی کی مشروعیت کو واضح کیا جائے۔

2-اکابرینِ دیوبند کے علمی تسلسل اور فقہِ حنفی کی مستند کتب کی روشنی میں مسائل کو آسان اور عام فہم انداز میں یکجا کیا جائے۔

3-حوالہ جات کے باب میں معیاری کتب کا التزام کیا جائے تاکہ اہلِ علم کے

لیے اطمینان کا باعث ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس طالبِ علم کی اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اسے میرے لیے، میرے والدین اور اساتذہ کے لیے توشۂ آخرت بنائے اور امتِ مسلمہ کے لیے نافع بنائے۔ آمین!

مفتی محمد اکرام اللہ عفی اللہ عنہ

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

# مقدمہ: قربانی کی اہمیت

اسلام میں قربانی کی اہمیت درج ذیل پہلوؤں سے واضح ہوتی ہے:

- **شعائر اللہ کی تعظیم:** قرآن مجید میں قربانی کے جانوروں کو "شعائر اللہ" (اللہ کی نشانیاں) قرار دیا گیا ہے۔ ان کی تعظیم دراصل دل کے تقویٰ کی علامت ہے۔
- **سنتِ ابراہیمی کی یاد تازہ کرنا:** ہر سال قربانی کے ذریعے مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں جو انہوں نے اللہ کی رضا کے لیے پیش کی۔
- **تقویٰ کا حصول:** اللہ تعالیٰ کو جانور کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا، بلکہ اس کے حضور بندے کا "تقویٰ" اور "نیت" پہنچتی ہے۔
- **ایثار اور ہمدردی:** قربانی کا گوشت مستحقین اور رشتہ داروں میں تقسیم کیا جاتا ہے، جس سے معاشرے میں محروم طبقات کی دادرسی ہوتی ہے اور آپسی محبت بڑھتی ہے۔

## قربانی کی مختصر تاریخ (سنتِ ابراہیمی)

قربانی کی موجودہ صورت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک خواب اور اس پر ان کے بے مثال عمل سے شروع ہوئی۔

### ۱. اللہ کا امتحان اور خواب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسلسل تین راتیں خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے (اس وقت کے) بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے، اس لیے آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک بڑا امتحان ہے۔

## ۲. باپ اور بیٹے کی گفتگو:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے مشورہ کیا: "اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟" حضرت اسماعیل علیہ السلام، جو خود صبر اور اطاعت کے پیکر تھے، نے جواب دیا: "اے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریں، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے"۔

## ۳. منیٰ کا میدان اور تسلیم و رضا:

جب باپ اور بیٹا دونوں اللہ کے حکم کے سامنے جھک گئے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو منیٰ کے میدان میں لے گئے، انہیں پیشانی کے بل لٹایا اور چھری چلانے لگے۔ یہ کائنات کا وہ منظر تھا جس پر فرشتے بھی رشک کر رہے تھے۔

## ۴. جنت سے مینڈھے کا آنا:

اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ عین وقت پر جب چھری چلنے والی تھی، اللہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا (دنبہ) بھیج دیا اور پکارا: "اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مینڈھے کو ذبح کیا، اور یہی وہ سنت ہے جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے "قربانی" کی صورت میں لازم کر دی گئی۔

**حاصلِ کلام:** قربانی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جب اللہ کا حکم آ جائے تو انسان اپنی عزیز ترین خواہش، مال اور یہاں تک کہ اولاد کی محبت کو بھی اللہ کی محبت پر قربان کر دے۔ یہ عمل ہمیں اللہ کے قریب کرتا ہے اور ہمارے اندر جذبہ بندگی پیدا کرتا ہے۔

# پہلا باب: قربانی کا حکم (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

قربانی ایک عظیم عبادت ہے جو ہر سال صاحبِ حیثیت مسلمانوں پر واجب کی گئی ہے۔ یہ نہ صرف ایک مالی اور بدنی عبادت ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یادگار ہے جوانہوں نے اپنے لختِ جگر کی صورت میں پیش کی تھی۔

## ا۔قرآنی آیات اور مختصر تفسیر:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر قربانی کی اہمیت اور اس کے حکم کو بیان فرمایا ہے:

سورہ الکوثر: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (ترجمہ: پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں)۔[1]

تفسیر: مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں نماز سے مراد عید کی نماز اور "نحر" سے مراد قربانی ہے۔ یہ آیت قربانی کے وجوب کی ایک مضبوط دلیل ہے۔[2]

سورہ الحج: "لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ" (ترجمہ: اللہ کو ہرگز نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، لیکن اسے تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے)۔[3]

---

[1]۔سورۃ الکوثر 2۔

[2]۔ قال ابن عباس، وعطاء، ومجاهد، وعكرمة، والحسن: يعني بذلك نحر البُدْن ونحوها. (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الکوثر)

[3]۔سورۃ الحج 37۔

تفسیر: اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی کا اصل مقصد جانور کا گوشت کھانا نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت اور دل کی پاکیزگی (تقویٰ) کا اظہار ہے۔

## ۲۔احادیثِ مبارکہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں مسلسل قربانی فرمائی اور اس کی سخت تاکید فرمائی:

سخت وعید: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو اور وہ پھر بھی قربانی نہ کرے، تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے"۔[1]

سنتِ ابراہیمی: صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے"۔[2]

## ۳۔ائمہ کا موقف (فقہی نقطہ نظر: امام اعظم ابوحنیفہؒ):

قربانی کے شرعی حکم کے بارے میں فقہائے امت میں اگرچہ مختلف آراء ملتی ہیں، لیکن "امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رحمہ اللہ" کی تحقیق اور ان کے قائم کردہ فقہی مکتبِ فکر کے مطابق قربانی کا حکم انتہائی تاکیدی ہے۔

# قربانی کا وجوب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر اس مسلمان پر جو مقیم ہو اور صاحبِ نصاب

---

[1] ۔مَن كان له سَعَةٌ ولم يُضَحِّ، فلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانا۔ أخرجه ابن ماجه (2123) واللفظ له، وأحمد (8273)

[2] ۔سُنَّةَ أبيكم إبراهيمَ قالوا: فما لنا يا رسولَ اللهِ؟ قال: بكل شعرةٍ حسنةٌ قالوا: فالصُّوفُ؟ قال: بكل شعرةٍ من الصوفِ حسنةٌ أخرجه ابن ماجه (3127)، وأحمد (19283)، والحاكم (3467)

(مالدار) ہو، ایامِ قربانی میں قربانی کرنا "واجب" ہے۔ واجب کا درجہ سنت سے اوپر اور فرض کے قریب ہوتا ہے، یعنی بلا عذر اسے چھوڑنا سخت گناہ کا باعث ہے۔[1]

وجوب کی دلیل: آپؒ کی اس رائے کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ سخت فرامین ہیں جن میں قربانی نہ کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: "جس میں وسعت ہو اور وہ پھر بھی قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے"۔[2]

فقہِ حنفی کا قاعدہ ہے کہ جب کسی عمل کو نہ کرنے پر ایسی سخت وعید (ڈانٹ) سنائی جائے، تو وہ عمل سنتِ عامہ نہیں بلکہ "واجب" کے درجے میں آجاتا ہے۔

نصاب کا معیار: امام اعظمؒ کے نزدیک قربانی کے وجوب کے لیے مال کا "نامی" (بڑھنے والا) ہونا یا اس پر سال گزرنا شرط نہیں ہے، بلکہ ایامِ قربانی میں اگر کسی کے پاس حاجتِ اصلیہ سے زائد نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت) کے برابر مال یا سامان موجود ہو، تو اس پر قربانی لازم ہو جاتی ہے۔ اس کی مزید تفصیلات اگلے صفحات میں آرہی ہیں۔

## کیا قربانی سنت ہے یا واجب؟

قربانی کے واجب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں جمہور ائمہ کرام کا موقف یہ ہے کہ قربانی واجب ہے۔ دلیل یہ ہے کہ احادیث میں ہر صاحبِ استطاعت گھر والے پر اسے لازم کیا گیا ہے۔ مزید برآں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ

---

[1] "(وَجُوبُهَا) فِيهِ أَقْوَالٌ، وَالْمُعْتَمَدُ مَا عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ أَنَّهَا وَاجِبَةٌ." شامیہ 312/6

[2] مَن كان له سَعَةٌ ولم يُضَحِّ ، فلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانا۔ أخرجه ابن ماجه (2123) واللفظ له، وأحمد (8273)

کرنے والوں پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں عیدگاہ آنے سے منع فرمایا ہے، جو کہ شرعی طور پر وجوب کی علامت ہے۔[1]

[1]۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (5/ 62)(وأما) الذی یجب علی الغنی دون الفقیر..... للأضحیة بل شکرا لنعمة الحیاة وإحیاء لمیراث الخلیل - علیه الصلاة والسلام - حین أمره الله تعالی عز اسمه بذبح الکبش فی هذه الأیام فداء عن ولده ومطیة علی الصراط ومغفرة للذنوب وتکفیرا للخطایا علی ما نطقت بذلك الأحادیث، وهذا قول أبی حنیفة ومحمد وزفر والحسن بن زیاد

## دوسرا باب: قربانی کے فضائل، ثمرات اور اہمیت

قربانی محض ایک رسم یا گوشت خوری کا نام نہیں، بلکہ یہ اطاعتِ الٰہی کی وہ عظیم علامت ہے جو بندے کو اپنے خالق کے قریب کر دیتی ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں اس کے بے شمار فضائل اور ثمرات بیان کیے گئے ہیں جو ایمان کو تازگی بخشتے ہیں۔

### ۱۔ واجب ہونے کی دلیل اور اہمیت:

قربانی کا واجب ہونا رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ہر سال قربانی فرمائی اور کبھی اسے ترک نہیں کیا[۱]۔ جس عمل کو نبی کریم ﷺ نے تسلسل کے ساتھ کیا ہو، وہ اس کے تاکیدی حکم ہونے کی دلیل ہے۔

سخت وعید: آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لیے سخت تنبیہ فرمائی جو استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتے: "جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے"۔[۲]

### ۲۔ قربانی کی صورت بمقابلہ حقیقت:

آج کل کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ قربانی کے پیسے کسی یتیم خانے یا فلاحی کام میں

---

[۱]۔ عن ابن عمر قال أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة عشر سنين يضحي قال أبو عيسى هذا حديث حسن (ترمذی 1507)

[۲]۔ مَن كان له سَعَةٌ ولم يُضَحِّ ، فلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانا۔ أخرجه ابن ماجه (2123) واللفظ له، وأحمد (8273)

دے دینا زیادہ بہتر ہے۔ یہ سوچ شرعی طور پر "غلط" ہے:

عبادت کی خاص ہیئت: ہر عبادت کی ایک خاص صورت ہوتی ہے (جیسے نماز کے لیے رکوع وسجود)۔ قربانی کی صورت جانور کا خون بہانا ہے۔ محض رقم صدقہ کرنے سے قربانی کا واجب فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

اصل روح: قربانی کی حقیقت "اخلاص" اور "تقویٰ" ہے، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا کہ اللہ کو گوشت یا خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔

## ۳۔ فضائل قربانی: احادیث کی روشنی میں:

قربانی کے ثواب اور برکات کا اندازہ ان روایات سے لگایا جاسکتا ہے:

ہر بال کے بدلے نیکی: حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ان قربانیوں میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔" یہاں تک کہ اون والے جانور کے اون کے ہر ریشے کے بدلے بھی ایک نیکی کا وعدہ کیا گیا ہے۔[1]

مغفرت کا ذریعہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا: "اپنی قربانی کے ذبح ہوتے وقت وہاں موجود رہو، کیونکہ خون کا پہلا قطرہ گرنے سے پہلے ہی

---

[1]۔ عن زيد بن أرقم، قال: قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا رسول الله ما هذه الأضاحي؟ قال: سنة أبيكم إبراهيم قالوا: فما لنا فيها يا رسول الله؟ قال: بكل شعرة، حسنة قالوا: " فالصوف؟ يا رسول الله قال:بكل شعرة من الصوف، حسنة۔ سنن ابن ماجه 3127

تمہاری مغفرت ہوجائے گی"۔[1]

خون کی قبولیت: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقامِ قبولیت پالیتا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قربانی خوش دلی کے ساتھ کیا کرو"۔[2]

روزِ قیامت گواہی: قیامت کے دن یہ جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت لایا جائے گا اور صاحبِ قربانی کے لیے نیکیوں کے پلڑے میں وزنی ثابت ہوگا۔ (حوالہ بالہ)

## ۴۔شعائرِ اسلام کی تعظیم:

قربانی "شعائرِ اسلام" (اسلام کی بڑی نشانیاں) میں سے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رشتہ داری کے پاس ولحاظ کے بعد اللہ کے نزدیک قربانی سے بڑھ کر کوئی دوسرا عمل نہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس لازوال قربانی کی یادگار ہے جسے اللہ نے قیامت تک کے لیے امتِ محمدیہ پر واجب فرمادیا۔

خلاصہ: قربانی محض جانور ذبح کرنا نہیں بلکہ اپنے نفس کو اللہ کے حکم کے تابع کرنے کا نام ہے۔ اس عبادت کو پوری خوش دلی اور اخلاص کے ساتھ سرانجام دینا چاہیے تاکہ دنیا میں برکت اور آخرت میں مغفرت کا ذریعہ بن سکے۔

---

[1] قال : " يا فاطمة قومي إلى أضحيتك فاشهديها ، فإنه يغفر لك عند أول قطرة تقطر من دمها كل ذنب عملتيه ۔ (المستدرك على الصحيحين 7599)

[2] عن عائشة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما عمل آدمي من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، إنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها، وأن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع من الأرض، فطيبوا بها نفسا (ترمذی 1493)

## تیسرا باب: قربانی کا نصاب، قربانی کس پر واجب ہے؟

### ا۔قربانی کا شرعی حکم (قربانی کن پر واجب ہے؟)

قربانی ہر اس شخص پر واجب ہے جس میں ایامِ قربانی (10 ذوالحجہ کی صبحِ صادق سے 12 ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک) کے دوران درج ذیل شرائط پائی جائیں:

1۔مسلمان ہونا: قربانی صرف مسلمان پر واجب ہے، غیر مسلم اس کا مکلف نہیں۔

2۔آزاد ہونا: غلام پر قربانی واجب نہیں، تاہم موجودہ دور میں تمام انسان آزاد ہیں۔

3۔بالغ ہونا: نابالغ بچے پر اگرچہ وہ صاحب نصاب بھی ہو قربانی واجب نہیں۔[1]

4۔مقیم ہونا: شرعی مسافر پر قربانی واجب نہیں، البتہ اگر وہ خوشی سے کرنا چاہے تو نفلی ثواب ملے گا۔

4۔صاحبِ نصاب ہونا: شریعتِ مطہرہ نے قربانی صرف صاحب نصاب شخص

---

[1]۔ و من المتاخرين من قال لا خلاف بينهم فى الاضحية انها لاتجب فى مالهما ....الا ان صدقة الفطر خصت عن النصوص فبقيت الاضحية على عمومها

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج:5،ص:64،ط:ایچ ایم سعید)

وفى الولد الصغير عن ابى حنيفة روايتان ،فى ظاهر الرواية يستحب ولا يجب ،

(فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية،345/3،ط:مکتبه ماجديه)

پر واجب کی ہے۔[1]

## قربانی واجب ہونے کا نصاب کیا ہے؟

قربانی کے وجوب کو ایک مخصوص مالی حد (نصاب) سے مشروط کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ معیارِ نصاب: وہ شخص جس کی ملکیت میں ایامِ قربانی (10 تا 12 ذوالحجہ) کے دوران اپنی بنیادی ضروریات، حاجتِ اصلیہ اور قرض سے زائد اتنا مال موجود ہو جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی (52.5 Tola) کے برابر ہو، اس پر قربانی کرنا شرعاً لازم وواجب ہے۔[2]

2۔ مال کی نوعیت: یہ مال سونا، چاندی، نقد رقم، مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد کسی بھی ایسی شے (جیسے اضافی زمین، پلاٹ، فالتو موبائل یا دیگر گھریلو سامان) کی صورت میں ہو سکتا ہے جو سال بھر استعمال میں نہ آتی ہو۔

سال گزرنے کی شرط سے استثناء: زکوٰۃ کے برعکس، قربانی کے واجب ہونے کے لیے مال پر سال گزرنا (حولانِ حول) شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص قربانی کے تین دنوں میں سے کسی بھی لمحے اس نصاب کا مالک بن جائے، تو اس پر قربانی کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔

---

[1]۔ "وإنما تجب على حر مسلم مقيم موسرٍ".(مجمع الأنهر: كتاب الأضحية، (2/ 516) ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

[2]۔ لما في الشامية: "(وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي)...(تام) (و) فارغ (عن حاجته الأصلية)".(شامية، 2/259/ 262 ط: سعيد)

## حاجتِ اصلیہ اور ضرورت سے زائد سامان کی وضاحت

شریعتِ مطہرہ نے قربانی کے وجوب کے لیے مال کی جس حد (نصاب) کا ذکر کیا ہے، اس میں "حاجتِ اصلیہ" اور "زائد سامان" کے درمیان فرق کو سمجھنا نہایت ضروری ہے:

**حاجتِ اصلیہ (بنیادی ضروریات):** اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جو انسان کی زندگی، صحت اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے ناگزیر ہوں۔ مثلاً خوراک، پینے کا پانی، پہننے کے کپڑے، رہنے کا مکان اور پیشہ ور افراد کے لیے ان کے کام کے اوزار۔ جو چیزیں انسان کے استعمال میں ہوں اور وہ تجارت کی نیت سے نہ رکھی گئی ہوں، وہ ضرورت و حاجت کے سامان میں داخل ہیں اور ان پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔

**ضرورت سے زائد سامان:** ضرورت سے زائد سامان سے مراد وہ سامان ہے جس کی عام طور پر سال بھر میں استعمال کی ضرورت پیش نہ آتی ہو، نہ گرمی سردی میں، نہ کسی آئے گئے کے موقع پر، نہ غمی خوشی میں، نیز جس چیز کا استعمال شرعاً جائز نہیں مثلاً ٹی وی وہ بھی ضرورت سے زائد سامان میں داخل ہے۔ چونکہ ہر انسان کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں، اس لیے شریعت نے اشیاء کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں کی، بلکہ استعمال اور حاجت کو معیار بنایا ہے۔[1]

---

[1]۔ لما فی الدر المختار ورد المحتار (6/ 312):وشرائطها: الإسلام والإقامة واليسار الذي يتعلق به) وجوب (صدقة الفطر).

(قوله: واليسار إلخ) بأن ملك مائتي درهم أو عرضاً يساويها غير مسكنه وثياب اللبس أو متاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية، ولو له عقار يستغله فقيل: تلزم لو قيمته نصاباً، وقيل: لو يدخل منه قوت سنة تلزم، وقيل: قوت شهر، فمتى فضل نصاب تلزمه. ولو العقار وقفاً، فإن وجب له في أيامها نصاب تلزم۔

## زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب میں فرق

زکوٰۃ: اس مال پر واجب ہوتی ہے جو ضرورت سے زائد ہونے کے ساتھ ساتھ "نامی" (بڑھنے والا) بھی ہو، جیسے سونا، چاندی، نقدی یا مالِ تجارت۔

قربانی وصدقہ فطر: ان کے لیے مال کا "نامی" ہونا شرط نہیں ہے۔ اگر کسی کے پاس غیر تجارتی سامان (مثلاً فالتو فرنیچر یا اضافی پلاٹ) موجود ہو جو ضرورت سے زائد ہو اور اس کی قیمت نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کے برابر پہنچ جائے، تو اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے، اگرچہ اس پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہ ہو۔

اہل ثروت کے لیے تنبیہ: جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد نصاب کے بقدر مال ہو، اس کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں رہتا اور اس پر قربانی وصدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔[1]

## قربانی، صدقہ فطر اور زکوٰۃ وصول کرنے کا نصاب ایک ہے

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شریعتِ مطہرہ میں کسی شخص کے لیے زکوٰۃ وصول کرنے کا نصاب اور معیار وہی ہے جو صدقہ فطر اور قربانی کے واجب ہونے کا ہے۔

خلاصہ: جس شخص پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہے، وہ شخص زکوٰۃ لینے کا اہل نہیں ہے۔ زکوٰۃ صرف اس شخص کو دی جا سکتی ہے جس کے پاس نصاب کے برابر مال یا ضرورت

---

[1] "وهي واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلاً عن حوائجه الأصلية، كذا في الاختيار شرح المختار، ولا يعتبر فيه وصف النماء، ويتعلق بهذا النصاب وجوب الأضحية، ووجوب نفقة الأقارب، هكذا في فتاوى قاضي خان".
(هندية: كتاب الزكوة، الباب الثامن في صدقة الفطر ج:1، ص:191)

سے زائد سامان موجود نہ ہو۔[1]

## سونے اور چاندی کے ریٹ میں زمین آسمان کا فرق: قربانی کے لیے سستا نصاب ہی کیوں؟

موجودہ دور میں سونے اور چاندی کی قیمتوں میں اتنا بڑا فرق آ چکا ہے کہ چاندی کو معیار بنانے سے ایک متوسط طبقے کا آدمی بھی صاحبِ نصاب بن جاتا ہے، جبکہ سونے کا نصاب (ساڑھے سات تولہ) لاکھوں روپے تک پہنچ چکا ہے۔ ایسے میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ چاندی ہی کو معیار کیوں رکھا جائے؟

### ۱۔ شرعی اصول: "فقراء کا فائدہ" (أنفع للفقراء)

زکاۃ اور قربانی کے نصاب کے معاملے میں فقہاء کا متفقہ اصول یہ ہے کہ اس نصاب کو معیار بنایا جائے جو فقراء کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو۔

اگر ہم سونے کو معیار بنائیں تو قربانی صرف چند بہت زیادہ امیر لوگوں تک محدود رہ جائے گی اور لاکھوں مستحقین گوشت اور امداد سے محروم ہو جائیں گے۔ چاندی کو معیار بنانے سے زیادہ لوگ قربانی میں شریک ہوتے ہیں، جس سے عبادت کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔

---

[1]۔ الدر المختار مع رد المحتار: (2/347، ط: دار الفكر) (و) لا إلى (غني) يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان....

(قوله: فارغ عن حاجته) .... فقال: لا بأس أن يعطى من الزكاة من له مسكن، وما يتأثث به في منزله وخادم ... إن كان من أهله، فإن كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذ الصدقة.... الخ

## ۲۔احتیاط کا تقاضا

عبادات میں احتیاط سب سے مقدم ہے۔ چاندی کا نصاب (ساڑھے باون تولہ) کم رقم پر پورا ہوجاتا ہے، اس لیے اس پر عمل کرنے سے یہ یقینی ہوجاتا ہے کہ واجب کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ اگر کوئی شخص ساڑھے باون تولہ چاندی کی رقم کا مالک ہے تو شریعت اسے مالدار تسلیم کرتی ہے، اسے اس سعادت سے محروم کرنا درست نہیں۔

## ۳۔حرج اور تنگی کا حل

بعض حضرات کا خیال ہے کہ چاندی کو معیار بنانے سے لوگوں پر بوجھ پڑتا ہے، لیکن اس کا حل شریعت نے پہلے ہی دے رکھا ہے:

اجتماعی قربانی: ضروری نہیں کہ صاحبِ نصاب شخص پورا بکرا ہی خریدے جس کی قیمت آج کل بہت زیادہ ہے۔ وہ گائے میں ایک حصہ ڈال کر محض 25 سے 30 ہزار روپے میں اپنا واجب ادا کرسکتا ہے۔ اتنی رقم ایک صاحبِ نصاب کے لیے نکالنا شرعاً "حرج" یا "مشقت" شمار نہیں ہوتا۔

## ۴۔ایک اہم فقہی صورت

اگر کسی کے پاس تھوڑا سونا (مثلاً ڈیڑھ تولہ) ہو اور ساتھ میں کچھ نقدی (10-12 ہزار) موجود ہو، تو نصاب کے لیے چاندی کے نصاب کو ہی دیکھا جائے گا۔

کیوں؟ کیونکہ سونے کے ساتھ نقدی ملنے سے وہ "سونے کا تنہا نصاب" باقی نہیں رہتا۔ ان دونوں کی مجموعی مالیت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچ جائے تو قربانی واجب ہوجائے گی۔ سونے کے نصاب کا انتظار کرنا فقراء کے حق میں نقصان دہ اور شرعی

احتیاط کے خلاف ہے۔

خلاصہ: سونے اور چاندی کے نصاب میں فرق درحقیقت شریعت کی طرف سے غریبوں کی فلاح کا ایک ذریعہ ہے۔ چاندی کو معیار بنانا احتیاط پر مبنی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس عظیم عبادت کا حصہ بن سکیں اور معاشرے کے غریب طبقے تک گوشت پہنچ سکے۔[1]

## لاکھوں کا قرض اور قربانی کا فرض: کیا مقروض تاجر پر قربانی ہے؟

اکثر تاجر حضرات اس الجھن میں رہتے ہیں کہ چونکہ ان پر لاکھوں کا کاروباری قرض ہے اور وہ دوسروں کے سرمائے سے کام کر رہے ہیں، اس لیے شاید ان پر قربانی واجب نہیں۔ اس کا شرعی فیصلہ "نیٹ بیلنس" (Net Balance) پر ہوتا ہے:

### ۱۔ قرض منہا کرنے کا قاعدہ

شریعت کا اصول یہ ہے کہ قربانی کا حساب کرتے وقت سب سے پہلے اپنے ذمے موجود واجب الادا قرض کو اپنی کل مالیت سے نکال دیا جائے گا۔

حکم: اگر آپ پر 40 لاکھ کا قرض ہے، تو آپ اپنی موجودہ نقد رقم، تجارت کا سامان (Stock)، سونا، چاندی اور ضرورت سے زائد اثاثوں کی کل قیمت لگائیں۔ اگر

---

[1]۔ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشلبي (1/ 279): قال رحمه الله (وفي عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب) يعني في عروض التجارة يجب ربع العشر إذا بلغت قيمتها من الذهب أو الفضة نصابا ويعتبر فيهما الأنفع أيهما كان أنفع للمساكين وهو معطوف على قوله في أول الباب في مائتي درهم وعشرين دينارا ربع العشر واعتبار الأنفع مذهب أبي حنيفة ومعناه يقوم بما يبلغ نصابا إن كان يبلغ بأحدهما ولا يبلغ بالآخر احتياطا لحق الفقراء۔

یہ سب ملا کر 40 لاکھ سے زائد ہے اور قرض نکالنے کے بعد بھی آپ کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم یا سامان بچتا ہے، تو آپ پر قربانی واجب ہے۔

## ۲۔دوسروں کے پیسوں سے تجارت

اگر آپ کے پاس موجود سارا مال یا انویسٹمنٹ دوسروں کی ہے اور آپ کی اپنی ملکیت (Equity) قرض نکالنے کے بعد نصاب سے کم رہ جاتی ہے، تو پھر آپ پر قربانی واجب نہیں ہے۔

## ۳۔نصاب کے لیے "سال گزرنا" شرط نہیں

زکاۃ کے برعکس، قربانی کے لیے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں ہے۔

اہم نکتہ: اگر 12 ذوالحجہ کا سورج غروب ہونے سے پہلے بھی آپ کے پاس قرض نکال کر نصاب کے برابر رقم آجائے، تو آپ پر قربانی لازم ہوجائے گی۔

خلاصہ: کاروباری قرض قربانی کے وجوب کو ختم کرسکتا ہے، بشرطیکہ آپ کے کل تجارتی و ذاتی اثاثے اس قرض کو پورا کرنے کے بعد نصاب سے کم رہ جائیں۔ اگر قرض اتارنے کے بعد بھی آپ صاحبِ نصاب ہیں، تو شریعت کی نظر میں آپ مالدار ہیں اور قربانی آپ پر فرض ہے۔[1]

# مرد اور عورت کے لیے قربانی کا حکم

اسلام میں مالی عبادات کا حکم مرد اور عورت دونوں کے لیے برابر ہے:

انفرادی ذمہ داری: اگر بیوی صاحبِ نصاب ہے (مثلاً اس کے پاس اپنا سونا،

---

[1]۔ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لا تجب....."(الهندية كتاب الاضحية، ج5، ص292، ط: دار الفكر)

نقد رقم یا ضرورت سے زائد مال ہے)، تو اس پر اپنی طرف سے مستقل قربانی واجب ہے۔

شوہر کی ذمہ داری: شوہر پر بیوی یا بالغ بچوں کی طرف سے قربانی کرنا لازم نہیں، تاہم اگر وہ ان کی اجازت سے ان کی طرف سے کر دے تو واجب ادا ہو جائے گا۔

نابالغ بچے: قربانی واجب ہونے کی دیگر شرائط میں سے ایک شرط بالغ ہونا ہے، پس اگر کوئی بچہ مال دار ہو تو اس صورت میں بھی اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کے والد پر اپنے نابالغ بچہ کی طرف سے قربانی کرنا لازم ہوگا۔ البتہ اگر کوئی والد اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے اپنے مال سے قربانی کرنا چاہے تو نفلی طور پر کر سکتا ہے۔[1]

## کیا گھر کے سربراہ کی قربانی پورے خاندان کے لیے کافی ہوگی؟

اکثر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اگر گھر کا سربراہ ایک جانور ذبح کر دے تو پورے گھر کی طرف سے قربانی ادا ہو جاتی ہے۔ اس کی حقیقت درج ذیل ہے:

### ۱۔ وجوب کا انفرادی معیار

قربانی ایک انفرادی عبادت ہے جیسے نماز، روزہ اور زکاۃ۔

حکم: گھر کے ہر اس فرد پر الگ سے قربانی واجب ہے جو صاحبِ نصاب، عاقل اور بالغ ہو۔ اگر ایک گھر میں باپ، دو بیٹے اور ماں سب صاحبِ نصاب ہیں، تو ان چاروں پر الگ الگ قربانی لازم ہوگی۔ ایک بکرا پورے گھر کی طرف سے واجب ادا کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔

---

[1]۔ و من المتاخرین من قال لا خلاف بینهم فی الاضحیة انها لا تجب فی مالهما .... الا ان صدقة الفطر خصت عن النصوص فبقیت الاضحیة علی عمومها ،(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج:5، ص:64، ط: ایچ ایم سعید)

## ۲۔حدیثِ مبارکہ کی وضاحت

ترمذی اور ابنِ ماجہ میں مروی حدیث کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا"، اس کے بارے میں احناف کا موقف یہ ہے:

ثواب میں شرکت: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص قربانی تو اپنی طرف سے (واجب) کرتا تھا، لیکن اس کے ثواب میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک کر لیتا تھا۔

نبوی مثال: جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مینڈھا اپنی امت کی طرف سے ذبح فرمایا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اب امت سے قربانی ساقط ہوگئی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو ثواب میں شریک فرمایا۔

معاشی حالت: اس زمانے میں عموماً گھر میں ایک ہی شخص صاحبِ نصاب ہوتا تھا، اس لیے ایک ہی قربانی ہوتی تھی، لیکن آج کے دور میں اگر سب کما رہے ہیں اور صاحبِ نصاب ہیں، تو سب پر الگ واجب ہے۔

## ۳۔ایک عقلی ونقلی دلیل

حدیث میں واضح ہے کہ گائے میں صرف 7 افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک بکری (جو گائے کے ساتویں حصے کے برابر ہے) پورے گھر کے 10 افراد کی طرف سے کافی ہو جائے، تو پھر گائے میں تو 70 افراد شریک ہونے چاہئیں، جو کہ صریحاً نصوص کے

خلاف ہے۔[1]

## والدین کو مال دینا اور قربانی کا وجوب: بیٹے پر کیا حکم ہے؟

ہمارے معاشرے میں اکثر بیٹے اپنی پوری کمائی یا اس کا بڑا حصہ اپنے والدین کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں بیٹے پر اپنی قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟ اس کی شرعی وضاحت درج ذیل ہے:

### ۱۔ ملکیت کا بنیادی اصول

قربانی اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو ایامِ قربانی (10، 11، 12 ذوالحجہ) میں صاحبِ نصاب ہو، یعنی اس کی اپنی ملکیت میں حاجتِ اصلیہ سے زائد اتنا مال یا سونا چاندی ہو جو نصاب کو پہنچ جائے۔

### ۲۔ والد کو مال دینے کی صورتیں

اس مسئلے کے دو پہلو ہیں:

پہلی صورت (ملکیت منتقل کرنا): اگر بیٹا اپنی کمائی والد کو اس نیت سے دیتا ہے کہ اب یہ مال والد ہی کی ملکیت ہے اور بیٹے کا اس میں کوئی حصہ نہیں رہا، تو شرعی طور پر وہ مال والد کا شمار ہوگا۔

حکم: اگر اس مال کے دینے کے بعد بیٹے کے پاس اپنی ملکیت میں نصاب کے

---

[1] وقال مالك -رحمه الله-: يجزي ذلك عن أهل بيت واحد -وإن زادوا على سبعة-، ولا يجزي عن أهل بيتين -وإن كانوا أقل من سبعة-، والصحيح قول العامة؛ لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: البدنة تجزي عن سبعة والبقرة تجزي عن سبعة.... الخ (بدائع الصنائع، ج:5، ص:70، ط: دار الكتب العلمية)

برابر رقم یا سونا وغیرہ موجود نہیں ہے، تو بیٹے پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

دوسری صورت (بطورِ امانت دینا): اگر بیٹا رقم صرف اس لیے والد کو دیتا ہے کہ وہ گھر کا انتظام چلائیں یا رقم سنبھال کر رکھیں، لیکن مال کا مالک بیٹا ہی ہے، تو پھر وہ مال بیٹے کا ہی مانا جائے گا۔

حکم: ایسی صورت میں اگر وہ رقم نصاب کے برابر ہے اور ضروری اخراجات کیلئے نہ ہو، تو بیٹے پر اپنی قربانی کرنا واجب ہوگا۔[1]

## ۳۔ایک اہم نصیحت

اگر بیٹا صاحبِ حیثیت ہے اور اس کی دی ہوئی رقم سے والد صاحب نصاب بن رہے ہیں، تو والد پر قربانی واجب ہوگی۔ تاہم، اگر بیٹا خود بھی کچھ رقم بچا کر صاحبِ نصاب ہے، تو اسے اپنی الگ قربانی کرنی چاہیے۔

خلاصہ: قربانی کا تعلق ملکیت سے ہے۔ اگر بیٹے نے اپنی کمائی والدین کو ملکیتاً دے دی اور اب اس کے پاس نصاب جتنا مال نہیں بچا، تو وہ قربانی کے وجوب سے آزاد ہے۔ قربانی کی ذمہ داری اسی پر ہے جس کے ہاتھ میں مال کی مالکانہ قدرت موجود ہو۔

## صاحبِ نصاب ہونے کی خاص وضاحت (فقہِ حنفی)

قربانی کے نصاب اور زکوٰۃ کے نصاب میں ایک اہم فرق ہے جسے واضح کرنا

---

[1]۔ وهي واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الأصلية كذا في الاختيار شرح المختار، ولا يعتبر فيه وصف النماء ويتعلق بهذا النصاب وجوب الأضحية.(الهندية كتاب الزكاة، الباب الثامن، ج: 1، ص: 191،ط:دار الفكر)

ضروری ہے:

1۔حاجتِ اصلیہ سے زائد: قربانی کے لیے مال کا "نامی" (بڑھنے والا جیسے تجارت کا مال) ہونا شرط نہیں ہے۔اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد فرنیچر، فالتو موبائل، یا ایسا سامان ہے جو سال بھر استعمال نہیں ہوتا اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جاتی ہے، تو اس پر قربانی واجب ہے۔

2۔سال گزرنا شرط نہیں: زکوٰۃ کے برعکس، قربانی کے واجب ہونے کے لیے نصاب کے مال پر سال گزرنا شرط نہیں ہے۔اگر کوئی شخص 12 ذوالحجہ کی شام کو بھی صاحبِ نصاب ہو جائے، تو اس پر قربانی لازم ہو جاتی ہے۔

## ضرورت سے زائد مکان اور قربانی کا وجوب: ایک اہم مسئلہ

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ قربانی صرف اسی پر واجب ہے جس کے پاس نقد رقم موجود ہو۔لیکن شریعت میں وجوبِ قربانی کا مدار "صاحبِ نصاب" ہونے پر ہے، چاہے وہ نصاب نقدی کی شکل میں ہو یا ضرورت سے زائد سامان اور اثاثوں کی شکل میں۔

### ۱۔نصاب کا قاعدہ

جس شخص کے پاس اپنی بنیادی ضرورت (رہائشی مکان، استعمال کی گاڑی، گھر کا ضروری سامان) سے زائد اتنا مال یا سامان ہو جس کی کل قیمت ساڑھے باون (52.5) تولہ چاندی کے برابر ہو، اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

### ۲۔کرایے کا مکان اور وجوب

حکم: اگر کسی شخص کے پاس ایک گھر رہنے کے لیے ہے اور دوسرا گھر ضرورت سے زائد ہے (چاہے وہ کرایے پر ہو یا خالی)، تو اس دوسرے گھر کی مالیت چونکہ نصاب

سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، اس لیے اس شخص پر قربانی واجب ہے۔

وضاحت: یہاں دوسرے گھر کی آمدنی (کرایہ) شرط نہیں، بلکہ اس مکان کا ضرورت سے زائد ہونا ہی وجوب کے لیے کافی ہے۔

## ۳۔رقم موجود نہ ہونے کی صورت میں کیا کریں؟

اگر کسی کے پاس اثاثہ (مکان) تو ہے مگر جانور خریدنے کے لیے نقد رقم نہیں ہے، تو وہ درج ذیل طریقوں سے اپنا فریضہ ادا کرسکتا ہے:

قرض لینا: وہ کسی سے عارضی طور پر قرض لے کر قربانی کرے اور بعد میں اسے ادا کردے۔

پیشگی کرایہ: اگر مکان کرایے پر ہے، تو کرایہ دار سے ایک ماہ کا کرایہ ایڈوانس (پیشگی) طلب کرکے اس سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

اثاثہ بیچنا یا انتظام کرنا: چونکہ قربانی واجب ہے، اس لیے جس طرح دیگر واجبات (مثلاً قرض کی ادائیگی) کے لیے انتظام کیا جاتا ہے، اسی طرح اس کے لیے بھی کوشش کرنا ضروری ہے۔

خلاصہ: قربانی کا وجوب صرف جیب میں موجود رقم پر نہیں، بلکہ آپ کی ملکیت میں موجود فالتو اثاثوں پر بھی ہوتا ہے۔ اگر اللہ نے آپ کو ایک سے زائد مکانات کی نعمت سے نوازا ہے، تو اس نعمت کا شکرانہ (قربانی) ادا کرنا آپ پر لازم ہے، چاہے اس کے لیے

آپ کو قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔[1]

## کیا تنخواہ دار طبقہ (5 لاکھ تک کمانے والے) پر قربانی واجب ہے؟

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کی تنخواہ زیادہ ہے تو اس پر قربانی لازمی واجب ہوگی، چاہے مہینے کے آخر میں اس کے پاس کچھ نہ بچے۔ اس کی شرعی حقیقت درج ذیل ہے:

### ا۔ وجوب کا اصل مدار: سیونگ (بچت)

شریعت میں قربانی کا وجوب ماہانہ آمدنی (Salary) پر نہیں، بلکہ قربانی کے تین دنوں (10 تا 12 ذوالحجہ) میں آپ کی ملکیت میں موجود اضافی رقم یا اثاثوں پر ہوتا ہے۔

قاعدہ: اگر آپ کی 5 لاکھ تنخواہ میں سے 4 لاکھ گھر کے اخراجات میں نکل جاتے ہیں، تو دیکھا جائے گا کہ باقی بچنے والے 1 لاکھ اور آپ کے پاس موجود دیگر اضافی اشیاء (مثلاً سونا، چاندی، بانڈز یا ضرورت سے زائد سامان) کی کل مالیت نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت) تک پہنچتی ہے یا نہیں۔

---

[1] قوله واليسار إلخ) بأن ملك مائتي درهم أو عرضا يساويها غير مسكنه وثياب اللبس أو متاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية ولو له عقار يستغله فقيل تلزم لو قيمته نصابا، وقيل لو يدخل منه قوت سنة تلزم، وقيل قوت شهر، فمتى فضل نصاب تلزمه. ولو العقار وقفا، فإن وجب له في أيامها نصاب تلزم....."(شامية كتاب الأضحية، ج: 6، ص: 312، ط: سعيد)

فتاوی رحیمیہ میں ہے: عنوان ایک ہی مکان ہے اس کو کرایہ پر دیا ہے تو اس کی قیمت کا اعتبار ہے یا نہیں؟ (فتاوی رحیمیہ 10 / 31 دارالاشاعت)

## ۲۔نصاب کا حساب کیسے کریں؟

قربانی کے دنوں میں اپنی کل ملکیت کا حساب یوں لگائیں:

1۔نقد رقم: جو بینک یا جیب میں موجود ہے۔

2۔ضرورت سے زائد سامان: ایسا فرنیچر، برتن یا الیکٹرانک اشیاء جو روزمرہ استعمال میں نہیں آتیں۔

3۔سونا یا چاندی: چاہے وہ تھوڑی ہی مقدار میں کیوں نہ ہو۔

منفی کریں: اس مجموعے میں سے وہ رقم نکال دیں جو آپ نے لوگوں کا قرض دینا ہے یا اس مہینے کے واجب الادا ضروری اخراجات ہیں۔

## ۳۔حتمی فیصلہ

اگر سب کچھ نکالنے کے بعد آپ کے پاس بچنے والی رقم/سامان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی (آج کے ریٹ کے مطابق) کے برابر ہے، تو آپ پر قربانی واجب ہے، چاہے آپ خود کو مالی طور پر تنگ ہی محسوس کیوں نہ کر رہے ہوں۔اگر قیمت اس سے کم ہے، تو واجب نہیں ہے۔

خلاصہ: قربانی کا تعلق کتنا کماتے ہو سے نہیں، بلکہ کتنا بچاتے ہو سے ہے۔اگر آپ کی بچت اور فالتو سامان نصاب کو چھو رہا ہے، تو شریعت کی نظر میں آپ مالدار ہیں اور

آپ پر قربانی لازم ہے، ورنہ نہیں۔[1]

## والدہ کے علاج کے لئے رکھی گئی رقم پر قربانی کا حکم

یہ ایک ایسا جذباتی اور شرعی مسئلہ ہے جو کئی نیک دل مرد اور خواتین کو درپیش ہوتا ہے۔ وہ اپنے والد یا والدہ کے علاج کیلئے خاص رقم علیحدہ رکھتے ہیں۔ ایک طرف ماں کی بیماری اور خدمت کی ذمہ داری ہوتی ہے اور دوسری طرف اللہ کا حکم۔ اس کا شرعی حل درج ذیل ہے:

### ا۔ وجوب کا سادہ حساب

سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ کیا آپ شرعاً "صاحبِ نصاب" ہیں؟

اگر قربانی کے دنوں میں آپ کی بچت، والدہ کے علاج کیلئے رکھی رقم اور ضرورت سے زائد سامان (جو استعمال میں نہ ہو) کی کل قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہے، تو آپ پر قربانی واجب ہے، والدہ کے علاج کی غرض سے رکھی یہ رقم کالعدم شمار نہ ہوگی۔

اور اگر یہ سب مال اس سے کم ہے، تو آپ پر قربانی واجب ہی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں آپ وہ رقم پوری کی پوری والدہ پر خرچ کر سکتے ہیں اور آپ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

---

[1]۔ واليسار الذي يتعلق به) وجوب (صدقة الفطر) كما مر (لا الذكورة فتجب على الأنثى، خانية.... (قوله: واليسار إلخ) بأن ملك مائتي درهم أو عرضاً يساويها غير مسكنه وثياب اللبس أو متاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية ولو له عقار يستغله فقيل: تلزم لو قيمته نصاباً،..." الخ (شامية كتاب الأضحية، ج: 6، ص: 312، ط: سعيد)

## ۲۔دو الگ عبادتیں

اگر آپ صاحبِ نصاب ہیں، تو یاد رکھیں کہ قربانی اور والدہ کی خدمت دو الگ الگ عبادتیں ہیں:

قربانی ایک مستقل واجب ہے، جسے صدقہ کر کے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اگر واجب ہونے کے باوجود رقم صدقہ کر دی گئی، تو قربانی ادا نہیں ہوگی اور واجب چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔ والدہ کی خدمت اور علاج آپ کی اخلاقی اور ایمانی ذمہ داری ہے۔

## ۳۔کم بجٹ میں درمیانی راستہ (حل)

اگر آپ پر قربانی واجب ہے لیکن آپ والدہ کے اخراجات کے لیے بھی رقم بچانا چاہتے ہیں، تو شریعت نے آپ کے لیے آسانی رکھی ہے:

اجتماعی قربانی: آپ اکیلا بکرا خریدنے کے بجائے (جس پر زیادہ رقم خرچ ہوتی ہے) کسی مستند ادارے یا رشتہ داروں کے ساتھ گائے میں ایک حصہ ڈال لیں۔

فائدہ: حصہ ڈالنے سے رقم بہت کم خرچ ہوگی اور آپ کا واجب بھی ادا ہو جائے گا، جبکہ باقی بچی ہوئی رقم آپ اطمینان سے والدہ کے علاج اور مدد پر خرچ کر سکیں گی۔

خلاصہ: نیکیوں کے درمیان مقابلہ نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں جوڑا جاتا ہے۔ اگر آپ صاحبِ نصاب ہیں تو کم سے کم رقم میں (حصہ لے کر) اپنا واجب ادا کریں اور باقی رقم سے والدہ کی دعائیں لیں۔ اگر نصاب پورا نہیں، تو آپ کی پہلی ترجیح آپ کی والدہ ہی ہیں۔[1]

---

[1]۔(قوله: واليسار إلخ) بأن ملك مائتي درهم أو عرضاً يساويها غير مسكنه وثياب اللبس أو متاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية، ولو له عقار ...الخ (شامية كتاب الأضحية، 6/312، ط: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي)

## چوتھا باب: مقیم اور مسافر پر قربانی کی تفصیل

مقیم: جو شخص اپنے گھر میں ہو یا دورانِ سفر کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کر لے، وہ مقیم ہے اور نصاب ہونے کی صورت میں اس پر قربانی لازم ہے۔

مسافر: جو شخص شرعی سفر (تقریباً 78 کلومیٹر یا اس سے زائد) پر ہو، اس پر قربانی واجب نہیں، چاہے وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو، اگر مسافر ایامِ قربانی کے اندر (12 ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے) واپس گھر پہنچ جائے اور وہ صاحبِ نصاب ہو، تو اس پر قربانی کرنا واجب ہوگی۔

## مسافر کا (نفلی) قربانی کر لینا اور قربانی کے ایام میں مقیم ہو جانا

البتہ اگر کوئی شخص حالتِ سفر میں (نفلی طور پر) قربانی کر لے اور پھر قربانی کے ایام ختم ہونے سے پہلے ہی وہ اپنے گھر پہنچ کر "مقیم" ہو جائے اور صاحبِ نصاب بھی ہو، تو اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اسے دوبارہ قربانی کی ضرورت نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ شخص پر دوبارہ قربانی کرنا واجب نہیں ہوگی۔ اس کی فقہی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص فقیر (شرعی طور پر غریب) ہو، جس نے قربانی کر لی ہو اور پھر ایامِ قربانی کے اندر ہی وہ صاحبِ نصاب (غنی) ہو جائے، اس مسئلے میں فقہائے کرام

کے نزدیک مختار قول یہی ہے کہ اس فقیر پر دوبارہ قربانی واجب نہیں۔[1]

## اوورسیز قربانی: وکیل اور موکل کی عید میں فرق کا شرعی حکم

جب ایک شخص (موکل) کسی دوسرے ملک میں موجود شخص (وکیل) کو اپنی قربانی کی ذمہ داری دیتا ہے، اور دونوں ممالک میں عید کے ایام مختلف ہوں، تو قربانی کی صحت کے لیے درج ذیل اصول کو مدنظر رکھنا ضروری ہے:

### ۱۔ بنیادی اصول: ایامِ قربانی کا اشتراک

قربانی کی صحت کے لیے یہ لازمی شرط ہے کہ جس وقت جانور ذبح کیا جا رہا ہو، وہ وقت دونوں ممالک (جہاں قربانی کروانے والا موجود ہے اور جہاں قربانی ہو رہی ہے) میں قربانی کے ایام (۱۰، ۱۱ یا ۱۲ ذوالحجہ) کے اندر ہو۔

### ۲۔ عید کے فرق کا حل

اگر وکیل کے ملک میں عید موکل کے ملک سے ایک دن پہلے ہے، تو درج ذیل صورتیں پیش آ سکتی ہیں:

وکیل کی پہلی عید (موکل کی نو ذوالحجہ): اگر وکیل اپنے ہاں عید کے پہلے دن قربانی کرنا چاہے، جبکہ موکل کے ہاں ابھی نو ذوالحجہ (یومِ عرفہ) ہے، تو ایسی صورت میں قربانی

---

[1] ۔رد المحتار علی الدر المختار، ج9، ص525، مطبوعہ پشاور: "افاد ان الوجوب موسع فی جملة الوقت غیر عین و الاصل ان ما وجب کذلك یتعین الجزء الذی ادی فیه للوجوب او آخر الوقت....و لو ضحی الفقیر ثم ایسر فی آخره علیه الاعادة فی الصحیح لانه تبین ان الاولی تطوع بدائع ملخصاً۔ لکن فی البزازیة و غیرها ان المتاخرین قالوا: لا تلزمه الاعادة وبه ناخذ"

جائز نہیں ہوگی۔

صحیح طریقہ: قربانی ان دنوں میں کی جائے جو دونوں ممالک میں مشترک ہوں۔ مثلاً اگر وکیل کے ہاں عید کا دوسرا دن ہو اور موکل کے ہاں عید کا پہلا دن ہو، تو یہ وقت دونوں کے لیے قربانی کا ہے، لہٰذا اس وقت ذبح کرنا بالکل درست ہوگا۔

## ۳۔کس کی عید کا اعتبار ہوگا؟

قربانی کے درست ہونے کے لیے صرف وکیل کے ملک کی عید کافی نہیں، بلکہ موکل کے ملک میں بھی قربانی کا وقت شروع ہونا ضروری ہے۔خلاصہ یہ کہ جب تک دونوں جگہوں پر قربانی کی تاریخیں (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ) آپس میں نہیں ملتیں، تب تک ذبح کرنا ناجائز ہے۔[1]

خلاصہ: بین الاقوامی قربانی میں جلد بازی کے بجائے کیلنڈر کا فرق دیکھنا ضروری ہے۔ وکیل کو چاہیے کہ وہ قربانی کے لیے ایسے دن کا انتخاب کرے جب اسے یقین ہو کہ موکل کے ملک میں بھی عید کے تین ایام میں سے کوئی دن ہے۔ نیز وکیل کے شہر میں (جہاں جانور ہے) نماز عید کا ہو جانا بھی ضروری ہے۔

---

[1]۔ وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت؛ لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما، وأيام النحر ثلاثة: يوم الأضحى -وهو اليوم العاشر من ذي الحجة- والحادي عشر، والثاني عشر؛ وذلك بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثاني عشر۔ (بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل في وقت الوجوب، ج:6، ص:285)

## وکیل کے ملک میں نمازِ عید کی شرط: قربانی کب شروع کی جائے؟

قربانی کے وقت کے حوالے سے شریعت کا ایک نہایت اہم ضابطہ یہ ہے کہ ذبح کا عمل نمازِ عید سے مشروط ہے۔ جب ایک شخص (موکل) کسی دوسرے شہر یا ملک میں موجود وکیل کے ذریعے قربانی کرواتا ہے، تو وقت کے تعین میں درج ذیل اصول پر عمل کرنا واجب ہے:

### ۱۔ شہر میں نمازِ عید کی شرط

اگر قربانی کا جانور کسی ایسے شہر یا قصبے میں ہے جہاں عید کی نماز جمعہ اور عیدین قائم ہوتی ہیں، تو وہاں عید کی نماز سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

اصول: قربانی کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جس جگہ جانور موجود ہے، وہاں عید کی نماز ہو چکی ہو۔ اگر وکیل نے نمازِ عید سے پہلے جانور ذبح کر دیا، تو وہ قربانی شمار نہیں ہوگی بلکہ محض گوشت کہلائے گا۔

### ۲۔ وکیل اور موکل کا فرق

یہاں ایک باریک نکتہ سمجھنا ضروری ہے اگر موکل (جس کی قربانی ہے) کسی ایسے گاؤں میں ہے جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، لیکن اس کا جانور شہر میں ہے، تو قربانی کے لیے شہر میں نمازِ عید کا ہو جانا ضروری ہے۔

اس کے برعکس، اگر موکل شہر میں ہے اور اس کا جانور کسی ایسے گاؤں میں ذبح ہو رہا ہے جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، تو وہاں صبحِ صادق کے بعد عید کی نماز کا انتظار کیے بغیر قربانی کرنا جائز ہے۔

### ۳۔ وکیل کے لیے ہدایات

وکیل پر یہ شرعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقے میں عید کی نماز اور

خطبے سے فراغت کے بعد ہی ذبح کا آغاز کرے۔

اگر وکیل کسی دوسرے ملک میں ہے، تو وہ نہ صرف اپنے ہاں کی نمازِ عید کا خیال رکھے بلکہ یہ بھی یقینی بنائے کہ موکل کے ملک میں بھی عید کا دن شروع ہو چکا ہو (جیسا کہ پچھلے مسئلے میں بیان ہوا)۔

خلاصہ: قربانی کے وقت کا دارومدار اس جگہ پر ہے جہاں جانور موجود ہے۔ اگر جانور شہر میں ہے تو نمازِ عید سے پہلے چھری چلانا قربانی کو برباد کر سکتا ہے۔ وکیل کو چاہیے کہ وہ اپنی عبادت کی قبولیت کے لیے عید کی نماز کے مکمل ہونے کا اطمینان کر لے۔[1]

## عید کا فرق: کراچی میں مقیم مسافر اور باجوڑ کی اجتماعی قربانی

پاکستان کے بعض علاقوں (مثلاً باجوڑ) اور بڑے شہروں (مثلاً کراچی) کے درمیان اکثر چاند کی رویت کی وجہ سے عید ایک دن کے فرق سے منائی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص کراچی میں مسافر ہو اور اس کا حصہ باجوڑ میں ڈالا گیا ہو، تو اس کی قربانی کا شرعی حکم درج ذیل ہے:

### ۱۔ بنیادی شرعی ضابطہ: ایامِ قربانی کا اشتراک

قربانی کی صحت کے لیے یہ لازمی ہے کہ جس وقت جانور ذبح کیا جائے، وہ وقت

---

[1]۔ لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لا مكان المفعول عنه. وإن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبي يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال: ينبغي لهم أن لا يضحوا عنه حتى يصلي الإمام الذي فيه أهله، وإن ضحوا عنه قبل أن يصلي لم يجزه، وهو قول محمد -عليه الرحمة."
(بدائع الصنائع كتاب التضحية ج:5،ص:74،ط: دار الكتب العلمية)

قربانی کروانے والے (موکل) اورقربانی کی جگہ (جانور کا مقام) دونوں کے اعتبار سے قربانی کے ایام (۱۰،۱۱یا۱۲ذوالحجہ) کے اندر ہو۔

## ۲۔کراچی کے مسافر کا باجوڑ میں حصہ

اگر باجوڑ والے سعودی عرب کے ساتھ عید منا رہے ہیں اور وہ کراچی والوں سے ایک دن پہلے قربانی کر دیتے ہیں، تو کراچی میں مقیم شخص کی قربانی پر اس کا اثر یوں ہوگا:

عدمِ جواز کی صورت: جس دن باجوڑ میں عید کا پہلا دن ہو اور وہاں جانور ذبح کیا جائے، لیکن کراچی میں اس دن ابھی ۹ ذوالحجہ (یومِ عرفہ) ہو، تو کراچی والے شریک کی قربانی درست ادا نہیں ہوگی۔

وجہ: قربانی کروانے والے (موکل) کے حق میں ابھی قربانی کا وقت شروع ہی نہیں ہوا، اس لیے اس کے نام پر ذبح کیا گیا حصہ محض گوشت شمار ہوگا۔

## ۳۔شرعی حل اور احتیاط

ایسی صورت میں درست قربانی کا طریقہ یہ ہے کہ باجوڑ میں موجود شرکاء اس جانور کو ایسے دن ذبح کریں جو کراچی اور باجوڑ دونوں میں مشترکہ طور پر قربانی کا دن ہو۔

یعنی باجوڑ کی عید کا دوسرا دن اور کراچی کی عید کا پہلا دن۔ اس دن ذبح کرنے سے تمام شرکاء (چاہے وہ باجوڑ کے مقیم ہوں یا کراچی کے مسافر) کی قربانی بلاشبہ درست ہو جائے گی۔[1]

---

[1]۔ كما في بدائع الصنائع: وإن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبي يوسف..... الخ (بدائع الصنائع ج5ص74)

## پانچواں باب: قربانی کے جانور اور ان کے اوصاف کا بیان

قربانی کے جانوروں کی صحت اور ان کی عمر کا درست ہونا اس فریضے کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط ہے۔ فقہِ حنفی اور مستند روایات کی روشنی میں قربانی کے جانور سے متعلق وضاحت درج ذیل ہے:

۱۔ بکری، بھیڑ اور دنبہ (غنم): عمر کی حد: ان جانوروں کے لیے کم از کم ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔

دنبے کے لیے خصوصی رعایت: اگر دنبہ یا بھیڑ کا بچہ چھ ماہ کا ہو لیکن وہ اتنا صحت منداور تیار ہو کہ دور سے دیکھنے میں ایک سال کا معلوم ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے۔

اہم نکتہ: یہ رعایت صرف دنبے اور بھیڑ کے لیے ہے۔ بکرا یا بکری اگر ایک سال سے ایک دن بھی کم ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی، چاہے وہ کتنا ہی فربہ کیوں نہ ہو۔

۲۔ گائے، بیل اور بھینس (بقر): عمر کی حد: ان جانوروں کے لیے کم از کم دو سال کی عمر مکمل ہونا شرط ہے۔

حصص کی گنجائش: ایک گائے، بیل یا بھینس میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ سب کی نیت قربانی یا عقیقہ ہو۔

۳۔ اونٹ اور اونٹنی (ابل): عمر کی حد: اونٹ کے لیے کم از کم پانچ سال کی عمر مکمل ہونا ضروری ہے۔

حصص: اونٹ میں بھی گائے کی طرح سات حصے ڈالے جا سکتے ہیں۔

## جانور کی عمر کی تحقیق اور دانتوں کی علامت (دو دانت کا حکم)

قربانی کی درستگی کا اصل مدار جانور کی عمر پوری ہونے پر ہے، پکے دانت نکلنے پر نہیں۔ اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ جانور کی عمر شرعی حد کو پہنچ چکی ہے (مثلاً جانور گھر میں پلا ہو اور اس کی تاریخِ پیدائش معلوم ہو)، تو دانت نکلنے سے پہلے بھی اس کی قربانی جائز ہے۔

تاہم، موجودہ دور میں خرید و فروخت کے معاملات میں احتیاط کے پیشِ نظر دانتوں کو عمر کی علامت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ تجربے سے ثابت ہے کہ جانور مقررہ عمر سے پہلے دو دانت نہیں نکالتا۔ لہٰذا بیوپاریوں سے خریداری کرتے وقت صرف ان کی زبانی بات پر بھروسہ کرنے کے بجائے دانتوں کی علامت کو بنیاد بنانا زیادہ محفوظ اور محتاط طریقہ ہے۔

عقیقے کے جانور کے لیے بھی عمر کی وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانور کے لیے مقرر ہیں۔

عام استعمال: اگر جانور صرف گوشت کھانے، نفلی صدقہ کرنے یا نذرِ معین (وہ نذر جس میں کسی خاص جانور کو متعین کر لیا جائے) کے لیے ذبح کرنا ہو، تو اس کے لیے عمر کی کوئی خاص قید یا حد متعین نہیں ہے۔[1]

## جانور کی عمر کے سلسلے میں انگریزی سال کا اعتبار ہے یا قمری؟

قربانی کے جانور کی عمر کے حوالے سے اکثر لوگ تذبذب کا شکار رہتے ہیں، خصوصاً جب جانور کی عمر پوری ہونے میں چند دن یا گھنٹے باقی ہوں۔ اس کی شرعی وضاحت

---

[1] الفتاوى الهندية (5/ 297): "(وأما سنه) فلا يجوز شيء مما ذكرنا من الإبل والبقر والغنم عن الأضحية إلا الثني من كل جنس وإلا الجذع من الضأن خاصةً إذا كان عظيماً ... الخ

درج ذیل ہے:

## ۱۔کیلنڈر کا انتخاب: شمسی یا قمری؟

شریعتِ مطہرہ کے تمام احکامات (مثلاً رمضان کے روزے، حج کی تاریخیں اور زکاۃ کا سال) قمری (ھجری) کیلنڈر کے تابع ہیں۔

حکم: قربانی کے جانور کی عمر کا حساب بھی قمری مہینوں کے اعتبار سے ہی کیا جائے گا۔انگریزی (شمسی) سال کا اس میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔چونکہ قمری سال شمسی سال سے تقریباً 10 سے 11 دن چھوٹا ہوتا ہے، اس لیے قمری حساب سے جانور کی عمر جلدی پوری ہو جاتی ہے۔

## ۲۔کیا چند گھنٹوں کی کمی معاف ہے؟

قربانی کے جانور کی عمر میں "تکمیل" شرط ہے۔یعنی اگر کسی جانور (مثلاً بکرے) کے لیے ایک سال کی عمر مقرر ہے، تو اس کے 354 یا 355 دن (قمری سال کے مطابق) پورے ہونا لازمی ہیں۔

وضاحت: اگر جانور کی عمر میں ایک دن، آدھا دن یا ** چند گھنٹے ** بھی کم ہوں گے، تو اس کی قربانی شرعاً جائز نہیں ہوگی۔شریعت نے اس معاملے میں عمر کی حد کو قطعی (Strict) رکھا ہے۔

## ۳۔عمر کی پہچان کا آسان طریقہ

اگر آپ کو جانور کی پیدائش کی حتمی تاریخ معلوم نہ ہو، تو شریعت نے دانتوں (دو دانت ہونا) کو عمر پوری ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔لیکن اگر یقین ہو کہ عمر پوری ہے اور ابھی دانت نہیں نکلے، تب بھی قربانی جائز ہے۔تاہم، شک کی صورت میں دانتوں کا اعتبار

کرنا ہی محفوظ راستہ ہے۔

خلاصہ: عمر کے معاملے میں تقریباً کا لفظ نہیں چلتا۔ قربانی کا جانور خریدتے وقت یہ یقینی بنائیں کہ اس نے قمری سال کے مطابق اپنے ایام پورے کر لیے ہیں۔ ایک گھنٹے کی کمی بھی پورے جانور کو قربانی کے بجائے محض گوشت بنا سکتی ہے۔[1]

## نر یا مادہ: قربانی کے لیے افضل جانور کون سا ہے؟

شرعی طور پر قربانی کے لیے اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ اور دنبہ میں سے نر اور مادہ دونوں کی قربانی جائز ہے۔ تاہم، فضیلت اور بہتری کے حوالے سے فقہائے کرام نے ایک باریک نکتہ بیان فرمایا ہے:

### ۱۔ قیمت اور گوشت کا معیار

جانور کی فضیلت کا مدار اس کے گوشت کی عمدگی، مقدار اور قیمت پر ہوتا ہے۔

افضل صورت: اگر نر اور مادہ جانور قیمت کے اعتبار سے بالکل برابر ہوں، تو مادہ جانور کی قربانی کرنا افضل ہے۔

وجہ: عام طور پر مادہ جانور (بکری یا گائے) کا گوشت نر کے مقابلے میں زیادہ نرم اور لذیذ ہوتا ہے، اس لیے اسے اللہ کی راہ میں پیش کرنا زیادہ فضیلت کا باعث بنتا ہے۔

### ۲۔ عمومی قاعدہ

قربانی میں اصل فضیلت اس جانور کو حاصل ہے جو:

---

[1]۔ (وأما سنّه) فلا يجوز شيء مما ذكرنا من الإبل و البقر و الغنم عن الأضحية إلا الثني من كل جنس و إلا الجذع من الضأن خاصةً إذا كان عظيماً. (الهندية كتاب الاضحيه 5/297 بيروت)

1۔جس کا گوشت زیادہ "لذیذ" ہو۔

2۔جو زیادہ "موٹا تازہ اور فربہ" ہو۔

3۔جو زیادہ "قیمتی" ہو۔

## ۳۔مختلف جانوروں میں فرق

بکری اور بکرا: اگر دونوں کی قیمت اور صحت برابر ہو تو بکری (مادہ) افضل ہے۔

بھیڑ اور دنبہ: اس میں مینڈھا (نر) زیادہ فربہ ہو تو اسے ترجیح دی جاتی ہے۔

گائے اور بیل: اگر گائے کا گوشت زیادہ عمدہ ہے تو اسے بیل پر فضیلت حاصل ہوگی۔

خلاصہ: قربانی میں اللہ کے حضور بہترین نذرانہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر آپ کو ایک ہی قیمت میں ایک صحت مند نر اور اتنی ہی قیمت میں ایک عمدہ مادہ جانور مل رہا ہو، تو مادہ کا انتخاب کرنا گوشت کی لذت اور فضیلت کے اعتبار سے بہتر ہے۔[1]

## قسطوں پر قربانی: کیا ادھار خریدے گئے جانور کی قربانی درست ہے؟

موجودہ دور میں بہت سے بیوپاری اور فارمز قسطوں پر جانور کی خریداری کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اکثر لوگوں کے ذہن میں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب تک جانور کی مکمل قیمت ادا نہ ہو جائے، کیا اس کی قربانی کرنا درست ہے؟ اس کا شرعی حل درج ذیل ہے:

---

[1]۔ "وفی الوهبانية أن الأنثى أفضل من الذكر إذا استويا قيمة، والله أعلم (قوله وفی الوهبانية إلخ) تقييد للإطلاق بالاستواء أی: أن الأنثى من الإبل والبقر أفضل إذا استويا. قال فی التتارخانية لأن لحمها أطيب اهـ وهو الموافق للأصل المار" (شامية كتاب الاضحية، ج: 6، ص: 322، ط: سعيد)

### ۱۔ملکیت کا شرعی تصور

شریعتِ مطہرہ کا اصول یہ ہے کہ جب آپ کوئی چیز قسطوں پر خریدتے ہیں اور اس کا قبضہ حاصل کر لیتے ہیں، تو آپ شرعی طور پر اس کے مالک بن جاتے ہیں۔ ملکیت ثابت ہونے کے لیے تمام قسطوں کی پیشگی ادائیگی شرط نہیں ہے۔

### ۲۔قربانی کا حکم

جواز: قسطوں پر خریدے گئے جانور کی قربانی بالکل جائز اور درست ہے۔

ملکیت: چونکہ قبضہ ملتے ہی آپ جانور کے مالک بن چکے ہیں، اس لیے آپ کو اس میں تمام مالکانہ تصرفات (ذبح کرنا، صدقہ کرنا وغیرہ) کا پورا حق حاصل ہے۔

عید کے بعد کی قسطیں: اگر آپ کی قسطیں عید کے بعد بھی جاری رہتی ہیں، تب بھی آپ کی قربانی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ آپ کا واجب ادا ہو جائے گا، بشرطیکہ آپ قسطوں کی بروقت ادائیگی کی نیت اور استطاعت رکھتے ہوں۔

خلاصہ: قسطوں پر جانور خریدنا دورِ حاضر کی ایک جائز سہولت ہے۔ جیسے ہی جانور آپ کے باڑے میں آ گیا، وہ آپ کی ملکیت ہے؛ چاہے اس کی قیمت اگلے ایک سال تک ادا ہوتی رہے، آپ کی قربانی شرعی طور پر مکمل شمار ہوگی۔

## انعامی بکری کا کیا کریں؟ پالیں، بیچیں یا قربان کریں؟

عام طور پر منڈیوں یا فارمز پر "ایک کے ساتھ ایک مفت" (Buy 1 Get 1 Free) جیسی ترغیبات دی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خریدے اور اسے دوسرا جانور مفت مل جائے، تو اس کے احکامات درج ذیل ہیں:

## ۱۔کیا مفت ملی ہوئی بکری کی قربانی واجب ہے؟

شرعی اعتبار سے اس مفت ملی ہوئی بکری کی قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔

وجہ: قربانی صرف اس جانور پر واجب ہوتی ہے جو قربانی کی نیت سے خریدا گیا ہو یا جس کی قربانی کی نیت کی گئی ہو۔ چونکہ یہ دوسری بکری بطورِ "ہدیہ" یا "گفٹ" ملی ہے، اس لیے اس کی حیثیت آپ کے دیگر ذاتی مال جیسی ہے۔ آپ چاہیں تو اسے نفلی طور پر قربانی کر دیں، ورنہ اسے ذبح کرنا لازم نہیں۔

## ۲۔کیا اسے پالا یا فروخت کیا جاسکتا ہے؟

جی ہاں! خریدار اس بکری کا مکمل مالک ہے۔ وہ اسے اپنی خوشی سے گھر میں پال سکتا ہے۔ وہ اسے کسی بھی وقت فروخت کرسکتا ہے۔

## ۳۔فروخت کی رقم کا استعمال اور انویسٹمنٹ

اگر آپ نے اس بکری کو سال بھر پالا اور پھر اسے فروخت کر دیا، تو اس کی رقم کے بارے میں حکم یہ ہے:

کل رقم کا استعمال: اس بکری کو بیچ کر حاصل ہونے والی پوری رقم آپ کے لیے حلال ہے اور آپ اسے اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں۔ اس رقم کو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے، اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ آپ صرف اپنا خرچہ (Investment) نکال کر باقی رقم صدقہ کریں۔ چونکہ یہ جانور آپ کی ملکیت ہے، اس لیے اس کا نفع بھی آپ ہی کا ہے۔[1]

---

[1]۔ "فإن وهب له أو تصدق عليه فنوى بقلبه لا تصير أضحية بالإجماع؛ لأن العقد لا يصلح للتعين في الإيجاب." (حاشية الشلبي كتاب الأضحية، ج:6، ص:5، ط: المطبعة الكبرى الأميرية)

# ہرن کی قربانی: کیا ہر حلال جانور کی قربانی ہو سکتی ہے؟

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ چونکہ ہرن کا گوشت حلال ہے، اس لیے اس کی قربانی بھی کی جاسکتی ہے۔لیکن شرعی طور پر "ذبحِ حلال" اور "عبادتِ قربانی" میں ایک واضح فرق ہے۔

## ۱۔شرعی اصول: پالتو بمقابلہ جنگلی جانور

قربانی صرف ان مخصوص پالتو چوپایوں کی جائز ہے جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں آیا ہے (جنہیں بہیمۃ الانعام کہا جاتا ہے)۔ان میں درج ذیل شامل ہیں:

اونٹ، گائے، بھینس، بکرا، بھیڑ اور دنبہ۔

## ۲۔ہرن کی قربانی کا حکم

ہرن کا شمار "وحشی" یعنی جنگلی جانوروں میں ہوتا ہے۔شریعت کا فیصلہ یہ ہے کہ:

"جنگلی جانوروں میں سے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں، چاہے وہ انسانوں سے کتنا ہی مانوس (ہل مل) کیوں نہ گئے ہوں۔" (فتاویٰ عالمگیری)[1]

چنانچہ اگر کسی نے ہرن پالا ہوا ہو اور وہ اسے قربانی کی نیت سے ذبح کرے، تو گوشت تو حلال ہوگا مگر قربانی کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔

## ۳۔عقل بمقابلہ شرعی دلیل

یہ دلیل کہ "جو حلال ہے اس کی قربانی بھی ہونی چاہیے" درست نہیں ہے۔اس کی سادہ مثالیں یہ ہیں:

ایک سال سے کم عمر کا بکرا کھانا حلال ہے، مگر اس کی قربانی جائز نہیں۔

---

[1]۔ (فتاویٰ الھندیۃ ص 199، ج6، کتاب الاضحیہ)

دوسال سے چھوٹا بچھڑا ذبح کر کے کھایا جاسکتا ہے، مگر اس کی قربانی نہیں ہوتی۔

نتیجہ: قربانی ایک خاص عبادت ہے جس کے لیے صرف عقلی قیاس کافی نہیں بلکہ شرعی دلیل اور جانور کی متعین عمر وقسم ضروری ہے۔

خلاصہ: قربانی کے معاملے میں ہرن، نیل گائے یا شتر مرغ جیسے جانوروں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر کوئی شخص شوقیہ طور پر انہیں ذبح کرنا چاہے تو عام دنوں میں کرسکتا ہے، لیکن عیدالاضحیٰ کے واجب فریضے کے لیے وہی جانور ذبح کرنا ہوں گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمائے ہیں۔[1]

## کیا گدھے اور گھوڑے کی قربانی جائز ہے؟

قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس میں ہم اپنی مرضی کے بجائے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے پابند ہیں۔ اکثر لوگ حلال وحرام کی بنیاد پر یہ سوال کرتے ہیں، لیکن قربانی کے لیے صرف "حلال" ہونا کافی نہیں بلکہ "مخصوص قسم" کا ہونا شرط ہے۔

### ا۔ گدھے کی قربانی کا حکم

گدھا (Domestic Donkey) شرعاً ایک حرام جانور ہے۔

حکم: گدھے کی قربانی کرنا، اسے ذبح کرنا یا اس کا گوشت استعمال کرنا سخت

---

[1]۔ "وإن ضحى بظبية وحشية أنست وببقرة وحشية أنست لم تجز" (الهندية ص 199، ج6، كتاب الاضحيه)

ناجائزاورحرام ہے۔اسے کسی بھی صورت میں قربانی کے لیے پیش نہیں کیا جاسکتا۔[1]

## ۲۔گھوڑے کی قربانی کا حکم

جہاں تک گھوڑے کا تعلق ہے،تو اس کے بارے میں شرعی موقف درج ذیل ہے:

ثبوت کی کمی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،صحابہ کرامؓ اورتابعینؒ سے کسی بھی قول یا فعل کے ذریعے گھوڑے کی قربانی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

حکم: چونکہ گھوڑا ان مخصوص جانوروں (اونٹ،گائے،بکراوغیرہ) میں شامل نہیں ہے جن کی قربانی شریعت نے مقرر کی ہے،اس لیے** گھوڑے کی قربانی جائز اور مشروع نہیں ہے۔

## ۳۔شرعی قاعدہ (یاددہانی)

قربانی صرف ان جانوروں کی ہوسکتی ہے جنہیں قرآن وسنت نے "بہیمۃ الانعام" (پالتوچوپائے) قراردیاہے:

1.اونٹ اوراونٹنی

2.گائے،بیل اوربھینس

3.بکرا،بکری،دنبہ،بھیڑاورمینڈھا

ان کےعلاوہ کوئی بھی جانور،چاہےوہ کتناہی قیمتی ہو یااس کا گوشت کتناہی لذیذ ہو،قربانی کے لیےاستعمال نہیں ہوسکتا۔

---

[1]۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما: »نهى النبی صلی اللہ علیه وسلم عن لحوم الحمر الأهلية يوم خيبر۔(بخاری کتاب الذبائح والصید،باب لحوم الحمر الإنسية،جلد :7،صفحه:95،طبع:سلطانیه)

خلاصہ: عبادت میں اپنی عقل کے بجائے اتباعِ سنت اصل ہے۔ گدھا حرام ہونے کی وجہ سے اور گھوڑا قربانی کے جانوروں کی فہرست میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے قربانی کے لیے نااہل ہیں۔ قربانی صرف انہی جانوروں کی قبول ہے جن کا حکم اللہ نے دیا ہے۔[1]

## قربانی سے پہلے ولادت: جب بچھیا بچہ جن دے تو کیا حکم ہوگا؟

اگر آپ قربانی کے لیے بچھیا یا گائے لائے اور ذبح سے چند دن پہلے اس نے بچہ جنم دے دیا، تو اب ماں اور بچے دونوں کے حوالے سے شرعی احکامات درج ذیل ہیں:

### ۱۔ ماں (بچھیا) کی قربانی

جانور کے بچہ دینے سے اس کی قربانی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ اس بچھیا کو مقررہ ایام میں ذبح کر سکتے ہیں، اس کی قربانی مکمل طور پر جائز اور درست ہے۔

### ۲۔ بچے کا شرعی حکم (تین صورتیں)

بچے کے حوالے سے شریعت نے تین راستے دیے ہیں:

بہترین صورت (زندہ صدقہ): سب سے بہتر اور افضل عمل یہ ہے کہ اس بچے کو زندہ صدقہ کر دیا جائے۔

---

[1]۔ (أما جنسه): فهو أن يكون من الأجناس الثلاثة: الغنم أو الإبل أو البقر، ويدخل فى كل جنس نوعه، والذكر والأنثى منه والخصى والفحل لانطلاق اسم الجنس على ذلك، والمعز نوع من الغنم والجاموس نوع من البقر، ولا يجوز فى الأضاحى شىء من الوحشى...الخ (الهندية كتاب الأضحية، الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب، ج:5، ص: 297، ط: دار الفكر)

دوسری صورت (ذبح کرنا): اگر آپ چاہیں تو بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ذبح بھی کر سکتے ہیں۔لیکن یاد رہے کہ اگر بچہ ذبح کر لیا تو پھر اس کا گوشت آپ خود نہیں کھا سکتے، بلکہ اس کا گوشت یا اس کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔

تیسری صورت (ایامِ قربانی گزرنے کے بعد): اگر قربانی کے تین دن گزر گئے اور بچہ زندہ رہا، تو اب اسے ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اسے زندہ ہی صدقہ کرنا واجب ہے۔

## دودھ کا مسئلہ

اگر بچہ دینے کے بعد بچھیا کا دودھ نکالا جائے، تو اس دودھ کو خود استعمال کرنے کے بجائے صدقہ کر دینا چاہیے، یا اس کی قیمت خیرات کر دی جائے۔تاہم، اگر دودھ نکالنا جانور کی صحت کے لیے ضروری ہو تو نکال کر صدقہ کر دیں۔

خلاصہ: قربانی کے جانور سے حاصل ہونے والا ہر نفع (بچہ، دودھ یا اون) فقراء کا حق ہوتا ہے۔بچھیا کی قربانی تو اپنی جگہ ادا ہو جائے گی، لیکن اس کے بچے کو یا تو زندہ صدقہ کریں یا ذبح کر کے اس کا گوشت خیرات کر دیں۔[1]

---

[1] الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (6/ 322):"ولدت الأضحية ولدًا قبل الذبح يذبح الولد معها.

(قوله: قبل الذبح) فإن خرج من بطنها حيًّا فالعامة أنه يفعل به ما يفعل بالأم، فإن لم يذبحه حتى مضت أيام النحر يتصدق به حيًّا، فإن ضاع أو ذبحه وأكله يتصدق بقيمته، فإن بقي عنده وذبحه للعام القابل أضحية لا يجوز، وعليه أخرى لعامه الذي ضحى ويتصدق به مذبوحًا مع قيمة ما نقص بالذبح، والفتوى على هذا خانية (قوله: يذبح الولد معها) إلا أنه لا يأكل منه بل يتصدق به فإن أكل منه تصدق بقيمة ما أكل. والمستحب أن يتصدق به

# حاملہ جانور کی قربانی: شرعی حکم اور کراہت کی تفصیل

اکثر اوقات قربانی کے لیے لایا گیا جانور (گائے یا بکری) امید سے ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کی قربانی کے حوالے سے شریعتِ مطہرہ ہمیں درج ذیل راہنمائی فراہم کرتی ہے:

## ۱۔ کیا حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے؟

شرعی نکتہ نظر سے حاملہ یا گابھن جانور کو ذبح کرنا جائز ہے اور اس سے قربانی کا واجب ادا ہو جاتا ہے۔

## ۲۔ کراہت کی صورت (کب ذبح کرنا ناپسندیدہ ہے؟)

اگر جانور کے بچے کی ولادت کا وقت بالکل قریب ہو (یعنی وہ آخری ایام میں ہو)، تو ایسی صورت میں اسے ذبح کرنا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔ شریعت ہمیں جانوروں کے ساتھ بھی ہمدردی اور شفقت کا درس دیتی ہے، اس لیے قریب الولادت جانور کو ذبح کرنے سے بچنا چاہیے۔

## ۳۔ ذبح کے بعد بچے کا کیا حکم ہے؟

جانور کو ذبح کرنے کے بعد اگر پیٹ سے بچہ نکل آئے، تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

بچہ زندہ نکل آئے: اگر بچہ زندہ برآمد ہو، تو اسے بھی ذبح کر دیا جائے۔ اس صورت میں اس بچے کا گوشت کھانا حلال ہوگا۔ (اگر آپ اسے ذبح نہیں کرنا چاہتے تو اسے زندہ صدقہ کر دینا بہتر ہے)۔

بچہ مردہ نکل آئے: اگر بچہ پیٹ سے مردہ حالت میں نکلے، تو اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے، اسے مٹی تلے دبا دیا جائے۔

خلاصہ: حاملہ جانور کی قربانی شرعاً درست ہے، مگر ولادت کے قریب ہونے کی صورت میں یہ عمل پسندیدہ نہیں ہے۔ ذبح کی صورت میں پیٹ سے نکلنے والے زندہ بچے کو ذبح کرنا لازم ہے، جبکہ مردہ بچہ حرام شمار ہوگا اور اسے تلف کر دیا جائے گا۔[1]

[1]۔ شاة أو بقرة أشرفت على الولادة، قالوا: يكره ذبحها؛ لأن فيه تضييع الولد". (هندية 5/287)

## چھٹا باب: قربانی کے جانور میں کون سی چیزیں شرعاً عیب ہیں؟

قربانی کے لیے جانور کا عیب سے پاک اور تندرست ہونا ضروری ہے۔ ذیل میں ان عیوب کا تذکرہ ہے جن کی موجودگی میں جانور کی قربانی درست نہیں ہوتی:

### جسمانی نقائص اور کمزوری:

نابینا یا اندھا: ایسا جانور جو دیکھ نہ سکتا ہو۔

انتہائی لاغر: وہ جانور جو بہت زیادہ کمزور اور نحیف ہو۔

لنگڑا جانور: ایسا جانور جو لنگڑاہٹ کی وجہ سے خود چل کر قربان گاہ تک نہ جا سکے۔

پاگل جانور: ایسا مجنون جانور جو جنون کی شدت کی وجہ سے چارہ پینا چھوڑ چکا ہو۔

خارش زدہ: وہ جانور جسے ایسی شدید خارش ہو کہ وہ اسے بے حد کمزور کر دے۔

### اعضاء کا کٹا ہوا ہونا:

کان اور دم: ایسا جانور جس کا ایک تہائی (1/3) سے زیادہ کان یا دم کٹی ہوئی ہو۔

پیدائشی نقص: وہ جانور جس کے پیدائشی طور پر کان ہی نہ ہوں۔

ناک اور چکتی: جس جانور کی ناک کٹی ہو یا اس کی چکتی کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ ضائع ہو چکا ہو۔

بینائی کا نقصان: جس کی بینائی ایک تہائی سے زیادہ جا چکی ہو۔

### دیگر عیوب:

تھنوں کے مسائل: جس جانور کے تھنوں کا سرا کٹا ہوا ہو یا وہ خشک ہو چکے ہوں۔ (یاد رہے کہ گائے کے دو تھن اور بکری کا ایک تھن خشک ہو جائے تو قربانی نہیں ہوتی)۔

جنس کا مسئلہ: ایسا جانور جو خنثیٰ (یعنی جس کی جنس واضح نہ ہو) ہو، اس کی قربانی جائز نہیں۔

خلاصہ: قربانی کا جانور جتنا زیادہ تندرست اور بے عیب ہوگا، اللہ کی بارگاہ میں اتنا ہی زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ لہٰذا خریداری کے وقت ان تمام پہلوؤں کا بغور جائزہ لینا ضروری ہے۔[1]

## خریداری کے بعد جانور میں عیب پیدا ہو جانے کا شرعی حکم

خریداری کے بعد جانور میں عیب پیدا ہو جانے کا شرعی حکم خریدار کی مالی حیثیت پر منحصر ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

صاحبِ نصاب (مالدار) کے لیے حکم: اگر جانور خریدنے کے بعد اس میں ایسا

---

[1] قال النبی علیه السلام: أربع لا تجوز فی الأضاحی: العوراء بین عورها، والمریضة بین مرضها والعرجاء بین عرجها والکسیر التی لا تنقی. (سنن ابی داود: 2802)

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (6 / 323): "ويضحى بالجماء والخصى والثولاء) أى المجنونة (إذا لم يمنعها من السوم والرعى) (، وإن منعها لا) تجوز التضحية بها (والجرباء السمينة) فلو مهزولة لم يجز، لأن الجرب فى اللحم نقص (لا) (بالعمياء والعوراء والعجفاء) المهزولة التى لا مخ فى عظامها (والعرجاء التى لا تمشى إلى المنسك) أى المذبح، والمريضة البين مرضها (ومقطوع أكثر الأذن أو الذنب أو العين)

عیب پیدا ہوجائے جو قربانی کے لئے مانع ہو، تو صاحبِ نصاب شخص پر لازم ہے کہ وہ اس عیب دار جانور کی جگہ دوسرا بے عیب جانور خرید کر اس کی قربانی کرے۔

فقیر (غیر صاحبِ نصاب) کے لیے حکم: اگر خریدار فقیر ہو اور اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا ہو، پھر وہ عیب دار ہوجائے، تو وہ اسی عیب دار جانور کی قربانی کرسکتا ہے، اس پر دوسرا جانور لینا ضروری نہیں ہے۔

فیصلہ کن نکتہ: اگر آپ صاحبِ نصاب ہیں اور جانور کا عیب ایسا ہے جس سے قربانی نہیں ہوتی، تو آپ کو دوسرا تندرست جانور ذبح کرنا پڑے گا۔[1]

## بکرے کے بال گرجانا: کیا یہ قربانی کے لیے عیب ہے؟

خریداری کے وقت جانور کی کھال اور بالوں کی حالت دیکھ کر خریدار اکثر تذبذب کا شکار ہوجاتے ہیں کہ آیا یہ جانور قربانی کے لائق ہے یا نہیں۔

### ۱۔شرعی حکم

اگر کسی بکرے یا قربانی کے کسی بھی جانور کے بال کسی بیماری، الرجی یا کسی اور وجہ سے جھڑ گئے ہوں یا اڑ گئے ہوں، تو اس کی قربانی شرعاً جائز ہے۔

### ۲۔وجہ اور اصول

شریعت میں قربانی کے لیے ان عیوب کو مانع (رکاوٹ) قرار دیا گیا ہے جو

---

[1]۔ "و لو اشترى رجل أضحيةً و هي سمينة فعجفت عنده حتى صارت بحيث لو اشتراها على هذه الحالة لم تجزئه إن كان موسرًا، و إن كان معسرًا أجزأته إذ لا أضحية في ذمته." (هندية :الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب، 5/299، ط:دار الفكر بيروت)

جانور کی گوشت کی مقدار، اس کی صحت یا اس کے کسی بڑے عضو (جیسے آنکھ، کان، ٹانگ) کی کارکردگی کو بری طرح متاثر کریں۔

بالوں کا گرنا ایک ظاہری جلدی مسئلہ تو ہوسکتا ہے، لیکن اس سے جانور کے گوشت کی کوالٹی یا اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ چونکہ جانور کے اعضاء سلامت ہیں، اس لیے یہ عیب "مانعِ قربانی" نہیں ہے۔

خلاصہ: اگر آپ کو ایسا جانور پسند آجائے جس کے بال جھڑے ہوئے ہوں لیکن وہ چلنے پھرنے اور کھانے پینے میں تندرست ہو، تو اسے بلا جھجھک قربانی کے لیے خریدا جاسکتا ہے۔ یہ بات قربانی کی ادائیگی میں رکاوٹ نہیں بنتی۔[1]

## مفلوج دم والا جانور

### کیا جانور کے کسی عضو کا بے حس ہونا اسے عیب دار بنا دیتا ہے؟

اکثر منڈیوں میں ایسے جانور دیکھنے میں آتے ہیں جو ظاہری طور پر خوبصورت اور مکمل ہوتے ہیں، لیکن ان میں ایک ایسا "خفیہ عیب" ہوتا ہے جو عام خریدار کی نظر سے اوجھل رہ جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک اہم مسئلہ "جانور کی مفلوج دم" کا ہے۔

#### 1۔ شرعی حکم (حتمی فیصلہ)

اگر کسی جانور کی دم اندرونی چوٹ کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہو یا وہ پیدائشی طور پر مفلوج (Paralyzed) ہو، جس کی بنا پر وہ اسے ہلا نہ سکتا ہو، تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ دیکھنے میں بالکل ٹھیک اور جڑی ہوئی نظر آرہی ہو، تب بھی اسے

---

[1]۔ وكذا المجزوزة وهي التي جز صوفها، كذا في فتاوى قاضي خان.(الهندية كتاب الأضحية، الباب الخامس، ج:5، ص:298، ط: دار الفكر)

عیب دار ہی شمار کیا جائے گا۔

## ۲۔اس فیصلے کی فقہی بنیاد

شریعتِ مطہرہ کا اصول یہ ہے کہ جانور کے کسی عضو کا محض موجود ہونا کافی نہیں، بلکہ اس کا کارآمد ہونا بھی ضروری ہے۔

منفعت کا خاتمہ: دم کا اصل مقصد صرف زینت نہیں بلکہ مچھروں کو بھگانا اور جسم کی حفاظت کرنا ہے۔ جب دم مفلوج ہو جائے تو اس کی یہ "منفعت" (فائدہ) ختم ہو جاتی ہے۔[1]

کٹی ہوئی دم کے برابر: فقہِ حنفی کے مطابق، کسی عضو کا بے حس یا مفلوج ہو جانا اس کے کٹ جانے کے برابر ہے۔ چونکہ ایک تہائی (1/3) سے زیادہ دم کٹی ہو تو قربانی نہیں ہوتی، لہٰذا مکمل مفلوج دم والا جانور بھی قربانی کے لائق نہیں رہتا۔

## ۳۔خریداروں کے لیے اہم ہدایت

جانور خریدتے وقت صرف اس کے قد و قامت اور دانتوں پر نظر نہ رکھیں، بلکہ یہ بھی دیکھیں کہ وہ اپنی دم ہلا رہا ہے یا نہیں۔ اگر دم بالکل بے جان ہو کر لٹکی ہوئی ہو، تو جان لیں کہ یہ ایک بڑا عیب ہے جو آپ کی قربانی کی صحت میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

خلاصہ: یاد رکھیں! عضو کا موجود ہونا مگر ناکارہ ہونا شرعاً عیب ہے۔ مفلوج دم والا جانور قربانی کے لیے پیش کرنا درست نہیں، کیونکہ اس کی وہ قدرتی صلاحیت ختم ہو چکی ہے جو ایک تندرست جانور میں ہونی چاہیے۔

---

[1]۔ "ومن المشايخ من يذكر لهذا الفصل أصلا ويقول: كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع۔" (هندية كتاب الأضحية، الباب الخامس، ج:5، ص:299، ط:دار الفكر)

# کیا جلے ہوئے یا کرنٹ لگے جانور کی قربانی ہو جائے گی؟

قربانی کے جانور کے ساتھ پیش آنے والے حادثات (مثلاً آگ لگ جانا یا کرنٹ لگنا) جانور کی ظاہری حالت کو متاثر کر سکتے ہیں۔ اس کا شرعی فیصلہ جانور کے "نقصان" کی نوعیت پر ہوتا ہے:

## ۱۔ بنیادی شرعی اصول

قربانی کے جانور میں عیب کے حوالے سے فقہ کا سادہ اصول یہ ہے:

اگر کوئی عیب جانور کی خوبصورتی کو مکمل طور پر ختم کر دے یا اس کے جسم کے کسی حصے کی منفعت (فائدہ/استعمال) کو بالکل بیکار کر دے، تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اگر عیب معمولی ہو، جس سے نہ تو خوبصورتی پوری طرح جائے اور نہ ہی جانور کا وہ عضو بیکار ہو، تو قربانی جائز ہے۔

## ۲۔ جلے ہوئے جانور کی تفصیل

جانور کتنا جلا ہے؟ اس کی بنیاد پر دو صورتیں بنتی ہیں:

ناجائز صورت: اگر جانور اس حد تک جل گیا ہے کہ اس کی کھال بری طرح جھلس کر بدصورت ہو گئی ہے، گوشت متاثر ہو گیا ہے، یا جلنے کی وجہ سے وہ لنگڑا یا معذور ہو گیا ہے، تو اسے "عیبِ فاحش" (بڑا عیب) مانا جائے گا اور قربانی درست نہیں ہو گی۔

جائز صورت: اگر صرف بال جلے ہیں یا کھال پر معمولی نشان ہے جس سے جانور کی صحت، چلنے پھرنے اور عمومی خوبصورتی پر بڑا اثر نہیں پڑا، تو اس کی قربانی جائز ہے۔

## ۳۔ فیصلہ کیسے کریں؟

ایسی صورتحال میں کسی مستند مفتی یا تجربہ کار قصاب کو جانور دکھا کر اس کی حالت کا

اندازہ لگانا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ جلنے کا زخم کتنا گہرا ہے اور کیا اس سے جانور کے گوشت یا اعضاء کی افادیت ختم تو نہیں ہوگئی۔

خلاصہ: اللہ کے حضور بہترین اور بے عیب جانور پیش کرنا تقویٰ ہے۔ اگر حادثے کی وجہ سے جانور کی شکل بگڑ جائے یا وہ معذور ہو جائے، تو بہتر ہے کہ اسے تبدیل کر دیا جائے۔ معمولی چوٹ یا نشان قربانی میں رکاوٹ نہیں بنتا۔[1]

## کیا بانجھ یا خصی جانور کی قربانی ہو جائے گی؟ ایک اہم شرعی وضاحت

منڈی میں بعض اوقات ایسے بیل یا بکرے ملتے ہیں جن کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدائشی طور پر جفتی (Mating) پر قادر نہیں ہیں، یا انہیں مخصوص مقاصد کے لیے "خصی" (Castrated) کر دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے شرعی راہنمائی درج ذیل ہے:

### ۱۔ شرعی حکم

اگر کوئی بیل یا بکرا پیدائشی طور پر جفتی کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، تو اس کی قربانی کرنا بالکل جائز ہے۔ شریعت کی نظر میں یہ ایسا عیب نہیں ہے جو قربانی کی صحت پر اثر انداز ہو۔

### ۲۔ خصی جانور کی فضیلت

اسی طرح اگر کسی جانور کو "خصی" کر دیا گیا ہو، تو وہ بھی قربانی کے لیے نہ صرف

---

[1]۔ ومن المشايخ من يذكر هذا الفصل أصلا، ويقول: كل عيب يزيل المنفعة على الكمال، أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع." (المحيط البرهاني كتاب الأضحية، الفصل الخامس في بيان ما يجوز في الضحايا وما لا يجوز، ج:6، ص:93، ط دار الكتب العلمية)

جائز ہے بلکہ افضل سمجھا جاتا ہے۔

وجہ: خصی جانور کا گوشت عام طور پر زیادہ لذیذ، نرم اور فربہ (موٹا تازہ) ہوتا ہے۔

سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی جو خصی تھے، جس سے اس عمل کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔

### ۳۔ایک اہم فرق (قاعدہ)

قربانی میں "عیب" وہ ہوتا ہے جو جانور کے گوشت کو کم کر دے یا اس کے حسن و جمال میں بڑی کمی لائے (جیسے اندھا ہونا، لنگڑا ہونا یا کٹ جانا)۔ جفتی پر قدرت نہ ہونا چونکہ گوشت کی مقدار یا معیار کو متاثر نہیں کرتا، اس لیے اسے عیبِ شرعی نہیں مانا جاتا۔

خلاصہ: قربانی کے لیے گوشت کی عمدگی اور جانور کی صحت اصل معیار ہے۔ جفتی پر قادر نہ ہونا یا جانور کا خصی ہونا اسے قربانی کے لائق رکھتا ہے، بلکہ خصی جانور تو اپنے بہتر گوشت کی وجہ سے زیادہ پسندیدہ ہے۔[1]

## بکرے کے سینگ اترنے کے بعد قربانی کا حکم

قربانی کا جانور لانے کے بعد اکثر ایسے چھوٹے موٹے حادثات پیش آجاتے ہیں، جن سے مالک پریشان ہوجاتا ہے کہ اب قربانی ہوگی یا نہیں۔ سینگ کے اترنے کے حوالے سے شرعی حکم درج ذیل ہے:

### ا۔عیب کی نوعیت کا اندازہ

شریعت میں قربانی کے جانور کے لیے سینگ کا ہونا لازمی نہیں (ایسا جانور جس

---

[1]۔ "ويجوز المجبوب العاجز عن الجماع."(هندية كتاب الأضحية ج:5، ص:297، ط:دار الفكر)

کے پیدائشی سینگ نہ ہوں، اس کی قربانی بھی جائز ہے)۔مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے جب سینگ ٹوٹنے یا اترنے سے جانور کی دماغی صحت متاثر ہوجائے۔

## ۲۔سینگ اترنے کی صورت میں جواز

اگر بکرے کا سینگ رات کو اتر گیا ہے لیکن صورتحال درج ذیل ہے، تو قربانی بالکل جائز ہے:

سینگ اترنے والی جگہ سے خون یا زخم بہہ نہیں رہا۔

سب سے اہم بات یہ کہ سینگ کی جڑ سے لگنے والی چوٹ کا اثر جانور کے دماغ تک نہیں پہنچا (یعنی جانور کی عقل یا توازن متاثر نہیں ہوا)۔

## ۳۔کب قربانی جائز نہیں ہوگی؟

قربانی صرف اس وقت ناجائز ہوتی ہے جب سینگ جڑ سے اس طرح اکھڑ جائے کہ اس کا اثر جانور کے دماغ تک پہنچ جائے اور وہ بے حال ہوجائے یا اس کی وجہ سے جانور شدید بیمار لگنے لگے۔اگر سینگ صرف اوپر سے اترا ہے یا جڑ سے اترنے کے باوجود زخم گہرا نہیں ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

خلاصہ: اگر سینگ اترنے سے جانور کی زندگی یا دماغی توازن کو خطرہ نہ ہو اور زخم خشک ہو، تو اسے عیبِ فاحش (بڑا عیب) شمار نہیں کیا جائے گا۔ایسی بکری یا بکرے کی قربانی شرعاً درست ہے۔[1]

---

[1]۔ (قوله: و يضحى بالجماء) هي التي لا قرن لها خلقة و كذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر أو غيره، فإن بلغ الكسر إلى المخ لم يجز قهستاني، وفي البدائع إن بلغ الكسر المشاش لا يجزء والمشاش رءوس العظام مثل الركبتين والمرفقين اهـ".(شامية كتاب الأضحية، ج:6، ص:323، ط:ايچ ايم سعيد)

# کیا تین تھنوں والی بکری ذبح کرنا جائز ہے؟

قربانی کے جانور کا بے عیب ہونا ضروری ہے، لیکن بعض اوقات جانور میں ایسی جسمانی ساخت پائی جاتی ہے جس کا ذکر عام احادیث میں صراحتاً نہیں ہوتا۔ تین تھنوں والی بکری کی قربانی کے حوالے سے شرعی وفنی تحقیق درج ذیل ہے:

## ۱۔ بنیادی فقہی ضابطہ

فقہائے کرام نے ایک جامع اصول بیان فرمایا ہے کہ ایسا عیب جو جانور کے گوشت کی مقدار کو کم کر دے، اس کی منفعت کو ختم کر دے یا اس کے حسن و جمال کو اس طرح متاثر کرے کہ بازار میں اس کی قیمت کم ہو جائے، وہ قربانی کے لیے مانع (رکاوٹ) ہے۔

## ۲۔ تین تھنوں کا شرعی حکم

تحقیق اور ماہرینِ حیوانات (بیوپاریوں) کے تجربات کی روشنی میں تین تھنوں والی بکری کا حکم یہ ہے:

جواز: چونکہ زائد تھن کا ہونا بکری کے گوشت پر اثر انداز نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ تاجروں کے نزدیک کوئی ایسا عیب ہے جس سے بکری کی قیمت گر جائے، اس لیے ایسی بکری کی قربانی جائز ہے۔

جمال کی صفت: ایک زائد تھن ہونا عام طور پر بے رغبتی یا بدصورتی کا سبب نہیں بنتا، لہٰذا اسے "عیبِ فاحش" (بڑا عیب) شمار نہیں کیا جائے گا۔

## ۳۔ تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا

اگرچہ ایسی بکری کی قربانی جائز ہے، لیکن چونکہ کتبِ فقہ وفتاویٰ میں اس کا کوئی

صریح ذکر نہیں ملتا اور یہ ایک غیر معمولی (Rare) صورت ہے، اس لیے:

مشورہ: قربانی ایک عظیم عبادت ہے، اس میں کوشش کرنی چاہیے کہ ایسا جانور ذبح کیا جائے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہو۔

بہتر عمل: جب مارکیٹ میں مکمل طور پر نارمل جانور با آسانی دستیاب ہوں، تو بلا ضرورت کسی مشتبہ جانور کا انتخاب نہ کرنا ہی تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا ہے۔

خلاصہ: تین تھنوں والی بکری کی قربانی شرعاً درست ہے کیونکہ یہ گوشت یا قیمت میں کمی کا باعث نہیں۔ تاہم، عبادت کو ہر قسم کے شک سے پاک رکھنے کے لیے بہتر یہی ہے کہ اگر ممکن ہو تو بالکل واضح اور بے عیب جانور ہی ذبح کیا جائے۔[1]

## عیب دار قربانی کے جانور کی تبدیلی اور قیمت کے فرق کا شرعی حکم

اگر آپ نے قربانی کی نیت سے ایک جانور خریدا اور پھر کسی عیب یا زخم کی وجہ سے اسے تبدیل کر کے دوسرا جانور لیا، تو اس صورت میں قیمت کے فرق کا شرعی حکم درج ذیل ہے:

زائد رقم کا صدقہ: اگر نیا خریدا گیا جانور پہلے جانور کی قیمت سے کم ہے (مثلاً پہلا جانور 2 لاکھ روپے کا تھا اور دوسرا اس سے کم قیمت ڈیڑھ لاکھ کا ہے)، تو دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق یا زائد رقم (پچاس ہزار) ہے، اسے صدقہ کرنا لازم ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب آپ نے عیب پیدا ہونے کی وجہ سے دوسرا جانور خریدا ہو۔

---

[1]۔ ومن المشايخ من يذكر هذا الفصل أصلا، ويقول: كل عيب يزيل المنفعة على الكمال، أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع. (المحيط البرهاني كتاب الأضحية 93/6، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

احتیاطی پہلو: قربانی چونکہ ایک مالی عبادت ہے، اس لیے اس میں نیت اور خرچ کی گئی رقم کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ پہلا جانور چونکہ اللہ کی راہ میں اتنی رقم (2لاکھ) کے بدلے متعین ہو چکا تھا، اس لیے اب اس سے کم قیمت خرچ کرنے کی صورت میں باقی رقم پچاس ہزار اللہ ہی کے راستے میں دینا ضروری ہے۔[1]

## ذبح کے وقت پیدا ہونے والے عیب کا حکم

اگر قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے بالکل تندرست اور بے عیب تھا، لیکن ذبح کرنے کے لیے اسے پکڑتے یا لٹاتے وقت اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا (جیسے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی)، تو اس کا حکم یہ ہے:

قربانی کی ادائیگی: ذبح کی تیاری کے دوران پیدا ہونے والے عیب سے قربانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس جانور کی قربانی درست اور جائز ہے۔

وجہ: چونکہ یہ عیب ذبح کے عمل کا حصہ بن گیا ہے اور جانور کو قابو کرنے کی کوشش میں ہوا ہے، اس لیے اسے شرعی عیب شمار نہیں کیا جائے گا جو قربانی کی ادائیگی میں مانع ہو۔

شرط: یہ رعایت صرف اس صورت میں ہے جب عیب عین ذبح کے وقت یا اس کی فوری تیاری (پکڑنے اور لٹانے) کے دوران پیدا ہوا ہو۔[2]

---

[1]۔ الفتاوى الهندية (5/ 294): و إن كانت الثانية شرًّا من الأولى و ذبح الثانية فإنه يتصدق بفضل ما بين القيمتين؛ لأنه لما أوجب الأولى بلسانه فقد جعل مقدار مالية الأولى لله تعالى فلايكون له أن يستفضل لنفسه شيئًا، و لهذا يلزمه التصدق بالفضل۔

[2]۔إذا اعترضت آفة عند الذبح بإصابة السكين عينها و نحو ذلك فلا بأس به؛ لأنه من ضرورات الذبح.(تحفة الفقهاء 3/86)

## قربانی کے بعد پتہ چلا کہ جانور میں عیب تھا تو کیا کرے؟

اگر قربانی مکمل ہو جائے اور بعد میں پتا چلے کہ جانور میں کوئی ایسا عیب موجود تھا جس کی موجودگی میں شرعاً قربانی درست نہیں ہوتی، تو اس کا حکم قربانی کرنے والے کی مالی حیثیت کے مطابق مختلف ہوگا۔

غیر صاحبِ نصاب (غریب) کے لیے حکم: ایسا شخص جس پر شرعاً قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے نفلی طور پر یا شوقیہ قربانی کی تھی، اس کی قربانی ادا ہو جائے گی۔ اسے بعد میں عیب کا علم ہونے پر مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

صاحبِ نصاب (مالدار) کے لیے حکم: وہ شخص جس پر شرعاً قربانی واجب تھی، اس کی واجب قربانی اس عیب دار جانور سے ادا نہیں ہوئی۔ اب چونکہ قربانی کے مخصوص ایام (ایامِ نحر) گزر چکے ہیں، اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ ایک اوسط درجے کے بکرے یا بھیڑ کی قیمت بطورِ صدقہ مستحقین کو دے۔

خلاصہ: صاحبِ نصاب شخص کے لیے محض جانور ذبح کر دینا کافی نہیں رہا، بلکہ واجب ذمے سے ساقط کرنے کے لیے اب قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے، جبکہ غریب آدمی کے لیے وہی قربانی کافی ہے۔[1]

## ٹوٹے ہوئے دانتوں والا بکرا: عمر اور خوراک کا معیار

قربانی کے جانور کی عمر کا اندازہ عام طور پر اس کے دانتوں سے لگایا جاتا ہے، لیکن اگر دانتوں میں کوئی خرابی ہو تو شرعی حکم کیا ہوگا؟

---

[1] ۔ الفتاوى الهندية (5/ 296) "وإن كان من لم يضح غنياً ولم يوجب على نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشترى أو لم يشتر. كذا في العتابية"

## ۱۔اصل معیار: عمر یا دانت؟

شریعت میں قربانی کے لیے اصل شرط عمر کا پورا ہونا ہے (بکرے کے لیے ایک سال)۔دانت نکلنا اس عمر کی ایک علامت ہے، لیکن بذاتِ خود مقصد نہیں ہے۔

حکم: اگر آپ کو یقین ہے کہ بکرے کی عمر ایک سال سے زیادہ ہو چکی ہے، تو اس کی قربانی جائز ہے، چاہے اس کے سائیڈ والے دانت ٹوٹ گئے ہوں۔

## ۲۔کب قربانی جائز نہیں ہوگی؟

دانتوں کے ٹوٹنے کی صورت میں قربانی کے درست ہونے کے لیے دو شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

1۔عمر کی تکمیل: جانور کی عمر کا ایک سال سے زائد ہونا بالکل واضح اور تسلی بخش ہو۔

2۔چارہ کھانے کی قدرت: جانور کے اتنے دانت محفوظ ہوں کہ وہ آسانی سے چارہ کھا سکتا ہو۔اگر دانت اس حد تک ٹوٹ چکے ہوں کہ وہ گھاس یا چارہ نہ کھا سکے اور کمزور ہو جائے، تو پھر ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہوگی۔

## ۳۔سامنے کے دانت بمقابلہ سائیڈ کے دانت

اگر جانور کے سامنے کے دانت (دو دانت) نہ بھی ہوں مگر وہ عمر پوری کر چکا ہو اور کھانے پینے میں تندرست ہو، تب بھی قربانی ہو جائے گی۔سائیڈ کے دانتوں کا ٹوٹنا اس کے حسن میں تو کمی لا سکتا ہے، لیکن یہ ایسا عیبِ شرعی نہیں جو قربانی کو روک دے۔

خلاصہ: قربانی کے لیے جانور کا تندرست ہونا اور عمر پوری ہونا لازمی ہے۔اگر دانت گرنے کے باوجود بکرا خوش خوراک ہے اور اس کی عمر ایک سال مکمل ہے، تو دانتوں کا

ٹوٹنا قربانی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔[1]

## ساتواں باب: ذبح کے مسائل

قربانی کا مقصد محض خون بہانا نہیں بلکہ اس عبادت کو ان تمام آداب کے ساتھ بجا لانا ہے جو شریعت نے مقرر فرمائے ہیں۔ ذبح سے لے کر گوشت اور کھال کے استعمال تک کے مسائل درج ذیل ہیں:

## ذبح کی شرائط

قربانی کے جانور کو شرعی طور پر حلال اور درست طریقے سے ذبح کرنے کے لیے "تین بنیادی شرائط" (فرائض) کا پایا جانا لازمی ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو جانور شرعاً حلال نہیں رہتا۔ ان شرائط کی تفصیل درج ذیل ہے:

### ۱۔ ذبح کرنے والے کی اہلیت (مسلمان ہونا)

ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو (یا کتابی ہو)۔ اگر کوئی مشرک، دہریہ یا مرتد جانور ذبح کرے تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا۔

نکتہ: ذبح کرنے والا مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا سمجھدار بچہ، دونوں صورتوں میں ذبح درست ہے۔

### ۲۔ تسمیہ (اللہ کا نام لینا)

ذبح کے وقت جانور پر اللہ کا نام لینا فرض ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: *"اور جس

---

[1]۔ وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها فإن كانت ترعى وتعتلف جازت وإلا فلا، (بدائع الصنائع كتاب التضحية، ج:5، ص:75، ط: دار الكتب العلمية)

(جانور) پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے مت کھاؤ۔

حکم: ذبح کرتے وقت "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھنا ضروری ہے۔

وضاحت: اگر ذبح کرنے والا اللہ کا نام لینا بھول جائے، تو احناف کے نزدیک جانور حلال ہے، لیکن اگر جان بوجھ کر چھوڑ دے تو جانور مردار ہو جائے گا۔

## ۳۔ رگوں کا کٹنا (ذبح کی حقیقت)

شرعی ذبح کے لیے جانور کے گلے میں موجود چار رگوں کا کٹنا ضروری ہے، یا ان میں سے کم از کم تین کا کٹ جانا لازمی ہے:

1۔ حلقوم: خوراک کی نالی 2۔ مری: سانس کی نالی 3۔ ودجین: خون کی دو بڑی رگیں (جو گردن کے دونوں طرف ہوتی ہیں)۔

خلاصہ: اگر ذبح کرنے والا مسلمان ہو، وہ شعوری طور پر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور جانور کی کم از کم تین رگیں کٹ جائیں، تو قربانی درست اور جانور حلال ہو جاتا ہے۔ ان فرائض کے علاوہ باقی تمام باتیں (مثلاً قبلہ رخ ہونا یا دعا پڑھنا) سنن و آداب میں شمار ہوتی ہیں۔

# ذبح کے آداب

اسلام میں جانور کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ ذبح کے وہ اعمال جو فرض تو نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور شریعت کے آداب میں شامل ہیں، ذیل میں ترتیب وار بیان کیے گئے ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے نہ صرف جانور کو راحت ملتی ہے بلکہ قربانی کا اجر بھی بڑھ جاتا ہے۔

# ذبح کے مسنون آداب

## 1۔ چھری کو خوب تیز کرنا

ذبح سے پہلے چھری کو اچھی طرح تیز کر لینا چاہیے تا کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے"۔

اہم بات: جانور کو لٹانے کے بعد اس کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔

## ۲۔ قبلہ رخ لٹانا

سنت یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو (Left side) پر اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ ذبح کرنے والے کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہونا مستحب ہے۔

## ۳۔ ذبح کی دعا پڑھنا

جانور لٹانے کے بعد اور ذبح کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

"إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ"

- پھر "بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ" کہہ کر ذبح کریں۔

## ۴۔ اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا

اگر قربانی کرنے والا خود ذبح کرنا جانتا ہو، تو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے

کیونکہ یہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگر خود نہ کر سکے تو ذبح کے وقت وہاں موجود رہنا مستحب ہے۔

## ۵۔ جانور کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا

ذبح کرنے کے فوراً بعد جب تک جانور پوری طرح ٹھنڈا نہ ہو جائے اور اس کی روح نہ نکل جائے، تب تک اس کی کھال اتارنا، سر کاٹنا یا پاؤں کاٹنا سخت مکروہ اور جانور پر ظلم ہے۔

## ۶۔ ذبح کے بعد کی دعا

ذبح مکمل کرنے کے بعد یہ دعا پڑھیں:

"اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِيلِكَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔"

(اگر قربانی کسی اور کی طرف سے ہو تو "مِنِّي" کی جگہ "مِنْ" کہہ کر اس کا نام لیں)۔

خلاصہ: ذبح کے یہ آداب جانور کے ساتھ ہمدردی اور اللہ کے حضور عاجزی کا مظہر ہیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان سنتوں کا اہتمام کرے تاکہ اس کی قربانی ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے مکمل ہو۔

## ذبح اختیاری اور اضطراری (جب حالات قابو سے باہر ہوں)

ذبح محض ایک جان لیوا عمل نہیں، بلکہ ایک شرعی طریقہ ہے جس کے ذریعے جانور کو پاک کیا جاتا ہے۔ شریعت نے حالات کی نزاکت کے اعتبار سے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

## ۱۔ذبحِ اختیاری (نارمل طریقہ)

یہ وہ طریقہ ہے جو ہم عام طور پر عید کے دنوں میں دیکھتے ہیں۔

عمل: جب جانور قابو میں ہو، تو اسے قبلہ رخ لٹا کر کسی تیز دھار چیز سے اس کی رگیں کاٹ دی جائیں۔ اونٹ کی صورت میں اسے کھڑا رکھ کر سینے کے قریب سے نحر کیا جائے۔

## ۲۔ذبحِ اضطراری (ہنگامی صورتحال)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جانور آپ کے قابو سے باہر ہو جاتا ہے یا کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے کہ اسے باقاعدہ طریقے سے لٹانا ممکن نہیں رہتا۔

### یہ طریقہ کب اختیار کریں؟

جب جانور کسی کنویں یا گہری کھائی میں گر جائے اور اسے باہر نکالنا ممکن نہ ہو۔

جب جانور کسی بوجھ یا ملبے تلے دب جائے اور دم نکلنے کا خطرہ ہو۔

جب وحشی ہو جائے اور کسی کو قریب نہ آنے دے۔

### طریقہ کار:

ایسی مجبوری میں "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ کر کسی بھی دھاردار یا نوک دار چیز (تلوار، چھری یا نیزہ) سے جانور کے جسم پر کہیں بھی ایسی ضرب لگائیں کہ خون بہہ جائے۔ اگر اس چوٹ کے نتیجے میں خون بہہ گیا اور جانور مر گیا، تو وہ شرعاً حلال اور اس کی قربانی

(بوقتِ ضرورت) معتبر ہوگی۔[1]

## کسی اور کی طرف سے ذبح کر رہے ہوں تو قربانی کی دعا کیا پڑھیں

ذبح کے وقت کی دعائیں درحقیقت اللہ کے حضور اس قربانی کی قبولیت کی التجا ہیں۔ اگر آپ اپنے گھر والوں یا کسی عزیز کی طرف سے قربانی کر رہے ہیں، تو دعا مانگنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

### ۱۔ اپنی طرف سے قربانی کی دعا

جب انسان اپنی طرف سے جانور ذبح کرے تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِكَ إِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَام

ترجمہ: اے اللہ! اس قربانی کو میری طرف سے قبول فرما، جیسے تو نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے قبول فرمائی۔

### ۲۔ کسی اور کی طرف سے قربانی کی صورت میں تبدیلی

اگر قربانی کسی دوسرے شخص (مثلاً والد، والدہ، بھائی یا کسی اور عزیز) کی طرف سے کی جا رہی ہو، تو دعا میں ایک لفظ کی تبدیلی ہوگی:

دعا میں جہاں "مِنِّیْ" (میری طرف سے) آتا ہے، وہاں "مِنْ" کہہ کر اس شخص کا نام لیا جائے گا۔ مثال: اگر آپ زید کی طرف سے قربانی کر رہے ہیں تو یوں کہیں:

---

[1]۔ وان تکون آلة الذبح حادة من الحدید (فتاوی ھندیه ج: ۵ ص: ۳۰۰)
و کفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فیجرح کصید او تعذر ذبحه کأن تردی فی بئر او اودال حتی لو قتله المصول علیه مریداً ذکاته حل، (الدر مع الرد ج: ۶ ص: ۳۰۳)

"اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنْ زَیْدٍ کَمَا تَقَبَّلْتَ" (اے اللہ! اسے زید کی طرف سے قبول فرما)

### ۳۔گھر والوں کی طرف سے مشترکہ قربانی

اگر بڑے جانور میں پورے گھر کی طرف سے حصہ ہے، تو ذبح کرنے والا ناموں کی لمبی فہرست کے بجائے دل میں سب کی نیت کر کے "مِنْ عَیَالِیْ" (میری عیال/گھر والوں کی طرف سے) یا "مِنْ فُلَان وَ عَیَالِه" (فلاں اور اس کے گھر والوں کی طرف سے) بھی کہہ سکتا ہے۔

خلاصہ: قربانی کی دعا میں نیت اصل ہے۔ اگر زبان سے کسی کا نام لینا بھول بھی جائیں لیکن دل میں نیت موجود ہو کہ یہ قربانی فلاں کی طرف سے ہے، تب بھی قربانی ادا ہو جائے گی۔ تاہم، سنت کے مطابق نام لے کر دعا کرنا برکت اور اطمینان کا باعث ہے۔[1]

## خود قربانی کرنا کیسا ہے؟ کیا خود ذبح کرنے پر قصاب کی اجرت صدقہ کرنا ضروری ہے؟

بہت سے لوگ اپنی قربانی خود کرنے کی تمنا رکھتے ہیں، لیکن کچھ الجھنیں انہیں روک دیتی ہیں۔ اس حوالے سے شرعی راہنمائی درج ذیل ہے:

### ۱۔خود ذبح کرنا: سنت اور فضیلت

اگر کوئی شخص ذبح کرنے کا طریقہ جانتا ہے اور اس میں ہمت ہے، تو اپنی قربانی

---

[1]۔عن عائشة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بكبش..... ثم أخذها، وأخذ الكبش فأضجعه، ثم ذبحه، ثم قال: باسم الله، اللهم تقبل من محمد اللهم تقبل من محمد، وآل محمد، ومن أمة محمد، ثم ضحى به۔ (صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، 6/78، ط: التركية)

کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا سب سے بہتر اور افضل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائی ہے۔ یہ عمل قربانی کی اصل روح اور بندگی کے احساس کو زیادہ اجاگر کرتا ہے۔

## ۲۔قصاب کی اجرت کا وہم

کچھ لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اگر وہ خود ذبح کریں گے، تب بھی انہیں کسی قصاب کو اس کی اجرت کے برابر پیسے دینے ہوں گے یا وہ رقم صدقہ کرنی ہوگی۔

حکم: اگر آپ نے اپنی قربانی خود ذبح کی ہے، تو آپ پر کسی قصاب یا مستحق کو اس کی اجرت دینا شرعاً لازم نہیں ہے۔

آپ کی بچائی ہوئی یہ رقم آپ کی اپنی ملکیت ہے، آپ اسے جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر آپ خوشی سے وہ رقم کسی غریب کو دے دیں تو یہ الگ سے نیکی اور ثواب کا باعث ہے۔

## ۳۔احتیاطی تدبیر

اگر آپ خود ذبح کر رہے ہیں تو بس یہ یقینی بنائیں کہ:

* چھری خوب تیز ہو۔
* جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔
* ذبح کرنے کے شرعی طریقے اور دعاؤں کا علم ہو۔

خلاصہ: اپنی قربانی خود کرنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس عمل سے نہ صرف آپ کا تعلق اپنی عبادت سے مضبوط ہوتا ہے، بلکہ قصاب کی اجرت کی رقم بچا کر آپ اسے کسی

اورنیک کام یا گھر کی ضرورت میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔[1]

## رات کی قربانی: کیا اندھیرے میں جانور ذبح کرنا جائز ہے؟

اکثر لوگ قصابوں کی کمی یا مصروفیت کی وجہ سے قربانی کو رات تک مؤخر کر دیتے ہیں۔اس حوالے سے شرعی حکم اور احتیاطی تدابیر درج ذیل ہیں:

### ۱۔شرعی جواز

قربانی کے ایام (10 تا 12 ذوالحجہ) میں دن اور رات، دونوں وقت ذبح کرنا جائز ہے۔شریعت نے رات میں ذبح کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی،لہٰذا اگر ضرورت ہو تو عید کی راتوں میں قربانی کی جاسکتی ہے۔

### ۲۔کراہت کی وجہ اور حل

فقہاء نے رات کے وقت ذبح کرنے کو "مکروہِ تنزیہی" (ناپسندیدہ) قرار دیا تھا، لیکن اس کی وجہ کوئی وقت کی پابندی نہیں بلکہ اندھیرا تھا۔

اندھیرے کا خطرہ: اندھیرے میں ذبح کرنے سے جانور کی ضروری رگیں کٹنے میں غلطی ہوسکتی ہے، یا ذبح کرنے والا خود کو زخمی کر سکتا ہے۔

جدید دور کا حل: آج کل الحمدللہ ہر جگہ بجلی اور لائٹس کا بہترین انتظام موجود ہے۔اگر روشنی اتنی اچھی ہو کہ جانور کی رگیں صاف نظر آئیں اور غلطی کا کوئی امکان نہ رہے،

---

[1]۔ والأفضل أن يذبح أضحيته بيده إن كان يحسن الذبح؛ لأن الأولى فى القربات أن يتولى بنفسه، وإن كان لا يحسنه فالأفضل أن يستعين بغيره ولكن ينبغى أن يشهدها بنفسه، كذا فى الكافى."(هندية كتاب الأضحية،الباب السادس فى بيان مايستحب فى الأضهيه والاينتفع بها،5/300،ط:دار الفكر بيروت)

تو اب رات میں ذبح کرنا بلا کراہت درست ہے۔

### ۳۔احتیاطی مشورہ

اگر آپ رات کو قربانی کر رہے ہیں تو درج ذیل باتوں کا خیال رکھیں:

روشنی کا انتظام (ٹارچ یا بلب) براہِ راست جانور کے گلے پر ہو تا کہ رگیں واضح دیکھ کر کاٹی جاسکیں۔

رات کے وقت جانور کو ذبح کرنے کے بعد صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھیں تا کہ تعفن نہ پھیلے۔

خلاصہ: رات میں قربانی کرنا شرعاً منع نہیں ہے۔ ممانعت کا تعلق صرف اندھیرے سے تھا تا کہ جانور کو تکلیف نہ ہو اور ذبح درست ہو۔ اگر روشنی کا انتظام مکمل ہے، تو رات میں ذبح کرنے میں کوئی شرعی حرج نہیں۔[1]

## ذبح کے دوران سر کا جسم سے الگ ہو جانا

جب جانور یا پرندہ (جیسے مرغی وغیرہ) ذبح کرتے وقت چھری اس تیزی سے چل جائے کہ سر جسم سے مکمل طور پر الگ ہو جائے، تو اس کے شرعی حکم کو درج ذیل نکات میں سمجھا جاسکتا ہے:

### ۱۔شرعی حکم: جانور حلال ہے:

اگر ذبح کرنے والے نے "بسم اللہ" پڑھ کر ذبح کیا تھا اور اتفاقاً سر جدا ہو گیا، تو وہ جانور یا مرغی شرعاً بالکل حلال ہے اور اسے کھانا جائز ہے۔ اس کے گوشت کی پاکیزگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

---

[1]۔ (و کرہ) تنزیہًا (الذبح لیلًا) لاحتمال الغلط" (شامیة، ج:4، ص:320، ط:سعید)

## ۲۔اس عمل کی کراہت

فقہی اعتبار سے ذبح کے وقت جانور کی روح نکلنے سے پہلے اس کا سر مکمل جدا کرنا "مکروہ" (ناپسندیدہ) ہے۔

وجہ: شریعت میں جانور کو ذبح کے وقت غیر ضروری تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے۔ گردن کاٹ کر فوراً الگ کر دینا جانور کے لیے شدید اذیت کا باعث بنتا ہے، اس لیے ایسا کرنے سے بچنا چاہیے۔

## ۳۔احتیاطی تدابیر

ذبح کرتے وقت ہاتھ کی گرفت اور چھری کے دباؤ کو اس طرح متوازن رکھنا چاہیے کہ صرف ضروری رگیں (چار یا کم از کم تین) کٹیں اور مہرہ (گردن کی ہڈی) تک چھری نہ پہنچے۔ جب تک جانور پوری طرح ٹھنڈا نہ ہو جائے، اس کا سر الگ نہیں کرنا چاہیے۔

خلاصہ: ذبح کے دوران اگر بے خیالی میں یا چھری تیز ہونے کی وجہ سے سر جسم سے جدا ہو جائے، تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا، بلکہ وہ حلال ہی رہتا ہے۔ البتہ جان بوجھ کر ایسا کرنا جانور کو ایذاء دینے کی وجہ سے مکروہ ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔[1]

---

[1]۔ "قال (ومن بلغ بالسكين النخاع أو قطع الرأس كره له ذلك وتؤكل ذبيحته).ثم ذكر المصنف-رحمه الله-الأصل الجامع في إفادة معنى الكراهة وهو كل ما فيه زيادة ألم لا يحتاج إليه في الذكاة."(العناية كتاب الذبائح، ج:9، ص:496،ط:دار الفكر)

## آٹھواں باب: قربانی کے حصص اور گوشت کی تقسیم کا مستحب طریقہ

قربانی کے گوشت کی تقسیم کے حوالے سے مستحب (پسندیدہ) ترتیب یہ ہے کہ اس کے تین حصے کیے جائیں:

1۔ پہلا حصہ: اپنے گھر والوں اور عیال کے لیے۔

2۔ دوسرا حصہ: اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوست احباب کے لیے۔

3۔ تیسرا حصہ: غریبوں، مسکینوں اور مستحقین کے لیے۔

نکتہ: اگر کسی شخص کا خاندان بڑا ہے یا وہ سارے گوشت کی ضرورت محسوس کرتا ہے، تو سارا گوشت اپنے پاس رکھنا بھی شرعاً جائز ہے، کیونکہ یہ تقسیم مستحب ہے، فرض نہیں۔

## کیا قربانی، عقیقہ اور ایصالِ ثواب ایک ہی جانور میں جائز ہے؟

بڑے جانور (گائے، بیل یا اونٹ) کی یہ خاصیت ہے کہ اس میں سات حصے ہو سکتے ہیں۔ اکثر خاندان یہ چاہتے ہیں کہ ایک ہی جانور میں قربانی کے ساتھ ساتھ بچوں کا عقیقہ اور مرحومین کا حصہ بھی شامل کر لیا جائے۔ اس کی شرعی حیثیت درج ذیل ہے:

### ا۔ حصوں کی تقسیم کا جواز

شریعتِ مطہرہ میں بڑے جانور کے سات حصوں میں مختلف نیتیں جمع کرنا بالکل جائز ہے۔ آپ ایک ہی جانور میں درج ذیل تقسیم کر سکتے ہیں:

عقیقہ کے حصے: 7 میں سے 2 حصے (یا جتنی ضرورت ہو) بچوں کے عقیقے کے لیے رکھے جا سکتے ہیں۔

ایصالِ ثواب: 2 حصے مرحوم والد یا کسی بھی عزیز کے ایصالِ ثواب کے لیے مختص کیے جاسکتے ہیں۔

واجب یا نفلی قربانی: بقیہ 3 حصے فیملی کے مختلف افراد کی طرف سے (جن پر قربانی واجب ہو) یا کسی ایک ہی فرد کی طرف سے کیے جاسکتے ہیں۔

## ۲۔کیا سب کی قربانی ادا ہوجائے گی؟

جی ہاں! اس صورت میں تمام شرکاء کی طرف سے ان کی مطلوبہ نیت (قربانی، عقیقہ یا ایصالِ ثواب) پوری ہوجائے گی۔شرط صرف یہ ہے کہ:

1. جانور میں شامل تمام افراد کی نیت قربت (یعنی اللہ کا تقرب حاصل کرنا) ہو۔
2. کسی بھی شریک کا مقصد محض صرف گوشت حاصل کرنا نہ ہو۔

## ۳۔گوشت کی تقسیم

چونکہ یہ تمام حصے "تقرب الٰہی" کے لیے ہیں، اس لیے اس پورے جانور کا گوشت تمام شرکاء اور ان کے گھر والے کھا سکتے ہیں۔عقیقے کے گوشت کا حکم بھی وہی ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے، یعنی اسے گھر والے، رشتہ دار اور فقراء سب استعمال کر سکتے ہیں۔

خلاصہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔ایک بڑے جانور میں واجب قربانی کے ساتھ عقیقہ اور مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کی نیت کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ ایک ہی وقت میں کئی نیکیاں سمیٹنے کا بہترین ذریعہ ہے۔[1]

---

[1]۔ و كذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل ؛ لأن ذلك جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد ذكره محمد."(شامية 6/ 326، كتاب الأضحية، ط:سعيد)

# قربانی اور عقیقہ کے جانور میں حصص کی تقسیم

قربانی اور عقیقہ کے لیے جانوروں کی شرائط اور ان میں حصص کی تقسیم کے احکام درج ذیل ہیں:

1۔ چھوٹے جانور (بکری، بکری، بھیڑ، دنبہ): چھوٹا جانور صرف ایک ہی شخص کی طرف سے ذبح کیا جا سکتا ہے۔ اس میں ایک سے زائد نام یا حصے شامل کرنا جائز نہیں ہے۔

2۔ بڑے جانور (گائے، بیل، بھینس، اونٹ): بڑے جانور میں زیادہ سے زیادہ سات حصے شامل کیے جا سکتے ہیں۔ ان حصوں میں قربانی اور عقیقہ دونوں کی نیت کی جا سکتی ہے، کیونکہ دونوں کے بنیادی احکام ایک ہی ہیں۔

## ایک شریک کا انتقال: جب جانور کا ایک حصہ دار اللہ کو پیارا ہو جائے

بڑے جانور (گائے یا اونٹ) میں سات افراد کی شرکت ایک عام بات ہے، لیکن اگر جانور خریدنے کے بعد اور ذبح سے پہلے کسی ایک شریک کا انتقال ہو جائے، تو دیگر شرکاء کے لیے شرعی حکم کیا ہوگا؟ اس کی وضاحت درج ذیل ہے:

### ۱۔ ورثاء کی اجازت: شرطِ لازم

اگر کسی حصہ دار کا انتقال ہو جائے تو اس کا حصہ اس کے شرعی ورثاء کی ملکیت بن جاتا ہے۔ اب اگر باقی شرکاء قربانی کرنا چاہتے ہیں، تو ان کے لیے مرحوم کے وارثوں سے اجازت لینا لازمی ہے۔

### ۲۔ دو صورتیں اور ان کا حکم

جواز کی صورت: اگر مرحوم کے وارث خوش دلی سے دیگر شرکاء کو یہ اجازت دے

دیں کہ "آپ ہماری (مرحوم کی) طرف سے اور اپنی طرف سے قربانی کر لیں"، تو ایسی صورت میں قربانی بالکل جائز ہوگی۔ اس سے مرحوم کو ایصالِ ثواب بھی ہوگا اور باقی تمام زندہ شرکاء کا واجب بھی ادا ہوجائے گا۔

عدمِ جواز کی صورت: اگر وارثوں سے اجازت نہیں لی گئی یا ان میں کوئی نابالغ وارث موجود ہے جس کی طرف سے اجازت معتبر نہیں، اور قربانی کر دی گئی، تو ایسی قربانی درست نہیں ہوگی۔ اس صورت میں نہ صرف میت بلکہ کسی بھی شریک کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔[1]

خلاصہ: اجتماعی قربانی میں کسی ساتھی کی وفات محض ایک حادثہ نہیں بلکہ ایک شرعی موڑ ہے۔ یاد رکھیں، مرحوم کے وارثوں کی مرضی کے بغیر چھری چلانا پورے جانور کی قربانی کو ضائع کر سکتا ہے۔ اجازت ملنے پر یہ قربانی میت کے لیے بہترین ایصالِ ثواب بن جاتی ہے۔

## ایک بڑے جانور میں سات سے کم (چار یا پانچ) حصے کرنا

بڑے جانور میں شرکاء کی تعداد ایک سے لے کر سات تک ہو سکتی ہے۔ اگر ایک ہی شخص پورا جانور ذبح کرے تو بھی جائز ہے، اور اگر سات افراد مل کر کریں تو بھی درست ہے۔ تاہم اگر آٹھویں فرد کو شریک کیا گیا تو کسی کی بھی قربانی قبول نہیں ہوگی کیونکہ ہر شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہوجائے گا۔

پانچ حصوں کی شرعی حیثیت: بیل یا گائے میں پانچ حصے کرنا مکمل طور پر جائز

---

[1]۔ ولو ذبحوها بلا إذن الورثة لم يجزهم لأن بعضها لم يقع قربة (الدر المختار شامی ج:٦ص:٣٢٦، البحر الرائق ج:٨ص:١٧٨، كتاب الأضحية، ط:سعيد)

ہے۔اس کی دوصورتیں ممکن ہیں:

1۔برابر تقسیم: پانچوں افراد برابر رقم دیں اور گوشت کے پانچ برابر حصے کر لیے جائیں۔

2۔حصص کی کمی بیشی: کچھ شرکاء زیادہ حصے لے لیں (مثلاً دو افراد دو دو حصے لیں اور تین افراد ایک ایک حصہ لیں)،اس طرح کل سات حصے مکمل ہو جائیں گے۔

ساتویں حصے (1/7) کی اہمیت: قربانی کی درستگی کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ کسی بھی شریک کا حصہ پورے جانور کے ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔اگر کوئی شریک ساتویں حصے سے کم (مثلاً آدھا یا تہائی حصہ) لیتا ہے،تو اس کی اور اس کے ساتھ باقی تمام شرکاء کی قربانی بھی فاسد ہو جائے گی۔[1]

حصص کی تقسیم کا مقصد: یہ یاد رہے کہ تمام شرکاء کی نیت قربانی یا عقیقہ ہونی چاہیے۔اگر کسی ایک شریک کی نیت بھی صرف گوشت حاصل کرنا ہوئی (قربت مقصود نہ ہوئی)،تو کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔

## مرحومین کی طرف سے قربانی: ایک حصہ یا الگ الگ؟

اپنی واجب قربانی ادا کرنے کے بعد بہت سے لوگ اپنے والدین یا دیگر مرحوم رشتہ داروں کو ثواب پہنچانے کے لیے نفلی قربانی کرنا چاہتے ہیں۔اس کا شرعی طریقہ اور گنجائش درج ذیل ہے:

---

[1]۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (5/ 70):" ولايجوز بعير واحد ولا بقرة واحدة عن أكثر من سبعة، ويجوز ذلك عن سبعة أو أقل من ذلك، وهذا قول عامة العلماء.

## ۱۔ایک حصہ یا زیادہ؟

اس معاملے میں شریعت نے وسعت اور گنجائش دی ہے:

افضل صورت: اگر آپ کے پاس گنجائش ہے، تو والد اور والدہ دونوں کی طرف سے الگ الگ حصہ (یا الگ الگ جانور) دینا زیادہ فضیلت اور ثواب کا باعث ہے۔

گنجائش کی صورت: اگر مالی وسعت کم ہے، تو ایک ہی حصہ ذبح کر کے اس کا ثواب تمام مرحومین (والدین اور دیگر عزیزوں) کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایک حصے کا ثواب سب کو عطا فرما دیتا ہے۔

## ۲۔مرحومین کی طرف سے قربانی کے دو طریقے

1۔ براہِ راست نام پر: حصہ خریدتے وقت نیت ہی یہ کی جائے کہ یہ "والد صاحب" یا "والدہ" کی طرف سے ہے۔

2۔ نفلی قربانی و ایصالِ ثواب: اپنی طرف سے نفلی قربانی کی نیت کی جائے اور ذبح کرنے کے بعد اس کا ثواب مرحومین کو ہدیہ کر دیا جائے۔

گوشت کا حکم: ان دونوں صورتوں میں قربانی کا گوشت آپ خود بھی کھا سکتے ہیں اور رشتہ داروں میں بھی بانٹ سکتے ہیں۔

## ۳۔وصیت کی قربانی (ایک اہم تنبیہ)

اگر کسی مرنے والے نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ "میرے مرنے کے بعد میرے مال سے میری طرف سے قربانی کی جائے" اور اس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کے چھوڑے ہوئے مال سے قربانی کی جائے، تو اس کا حکم عام قربانی سے مختلف ہے:

ایسی قربانی کا تمام گوشت صدقہ کرنا واجب ہے، اسے قربانی کرنے والا یا کوئی بھی مالدار شخص نہیں کھا سکتا۔

خلاصہ: ایصالِ ثواب کی قربانی میں نیت کی وسعت اصل ہے۔ ایک حصہ بھی سب کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے کافی ہے، لیکن اگر اللہ نے مال دیا ہو تو الگ الگ حصہ دینا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی بہترین علامت ہے۔[1]

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کی گئی قربانی کے گوشت کا کیا کریں؟

بہت سے سعادت مند مسلمان اپنی قربانی کے ساتھ ساتھ یا الگ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس نفلی قربانی کے گوشت کے حوالے سے شرعی راہنمائی درج ذیل ہے:

### ا۔ گوشت کے استعمال کا حکم

اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرے، تو اس گوشت کا حکم وہی ہے جو عام نفلی یا اپنی واجب قربانی کا ہوتا ہے۔

خود کھانا: قربانی کرنے والا اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے۔

کھلانا: اپنے گھر والوں، دوست احباب اور مہمانوں کو بھی کھلا سکتا ہے۔

---

[1]۔ من ضحى عن الميت يصنع كما يصنع فى أضحية نفسه من التصدق والأكل والأجر للميت والملك للذابح. قال الصدر: والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل، بزازية، وسيذكره فى النظم."(شامية كتاب الأضحية ج:6، ص:326، ط: سعيد)

## ۲۔تقسیم کا افضل طریقہ

اگرچہ سارا گوشت رکھنا بھی جائز ہے،لیکن سنت اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے:

1۔ایک حصہ:غرباءاور مساکین کے لیے۔

2۔ایک حصہ:دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے۔

3۔ایک حصہ:اپنے گھر کے استعمال کے لیے۔

## ۳۔ایک اہم وضاحت (وصیت کا مسئلہ)

یادرہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب آپ اپنی مرضی سے حضور ﷺ کے لیے قربانی کریں۔لیکن اگر کسی مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میری طرف سے قربانی کرنا،تو ایسی "وصیتی قربانی" کا سارا گوشت صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے، اسے امیر آدمی یا قربانی کرنے والا خود نہیں کھا سکتا۔(چونکہ حضور ﷺ کے لیے ہم اپنی خوشی سے کرتے ہیں، اس لیے اس کا گوشت کھانا بالکل جائز ہے)۔

خلاصہ: نبی کریم ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا عظیم سعادت اور محبت کی علامت ہے۔اس کا گوشت برکت کی نیت سے خود کھانا اور دوسروں میں بانٹنا دونوں جائز ہیں،تاکہ اس عمل کی برکت ہر جگہ پہنچ سکے۔[1]

---

[1]۔ "من ضحى عن الميت يصنع كما يصنع فى أضحية نفسه من التصدق والأكل والأجر للميت والملك للذابح. قال الصدر: والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل بزازية."(شامية كتاب الأضحية، ج:6،ص:326،ط:سعيد)

## غیر مسلم پڑوسی یا جاننے والے کو قربانی کا گوشت دینے کا شرعی حکم

قربانی کا گوشت جہاں اپنوں اور غریبوں میں بانٹا جاتا ہے، وہیں بہت سے مسلمانوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان کے غیر مسلم پڑوسی، ملازم یا واقف کار بھی اس گوشت کے حقدار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

### ۱۔شرعی گنجائش

شرعی اعتبار سے غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دینے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اسلام ہمیں غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک اور ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے۔

حکم: آپ اپنے کسی غیر مسلم پڑوسی، محلے دار یا کسی ضرورت مند غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں یہ جائز ہے۔

### ۲۔تقسیم میں ترجیح (افضل طریقہ)

اگرچہ غیر مسلم کو گوشت دینا جائز ہے، لیکن شریعت نے تقسیم کے حوالے سے ایک "ترجیحی ترتیب" رکھی ہے:

اولیت (ترجیح): قربانی کا گوشت تقسیم کرتے وقت مسلمان ضرورت مندوں اور سفید پوش افراد کو ترجیح دینا "اولیٰ" یعنی زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

حکمت: زکوٰۃ کے برعکس قربانی کا گوشت ایک نفلی صدقہ یا ہدیہ کی طرح ہوتا ہے، اس لیے اس میں وسعت رکھی گئی ہے، لیکن برادری اور دینی بھائیوں کی ضرورت کا خیال رکھنا پہلے درجے میں ہے۔

### ۳۔اخلاقی پہلو

اگر کسی غیر مسلم کو گوشت دینے سے اسلام کی اخلاقی تصویر بہتر ہوتی ہو یا پڑوس

کے حقوق ادا ہوتے ہوں، تو ایسی نیت سے گوشت دینا ایک مستحسن عمل (پسندیدہ کام) بن جاتا ہے۔[1]

## کیا صاحبِ حیثیت عزیز کو گوشت دینا جائز ہے؟

ہمارے معاشرے میں یہ عام ہے کہ قربانی کرنے کے باوجود بھائی اپنی شادی شدہ بہنوں کو یا قریبی عزیز ایک دوسرے کو گوشت بھیجتے ہیں۔ بعض لوگ اسے "گوشت کا تبادلہ" یا ایک بے مقصد رسم قرار دیتے ہیں، لیکن شرعی نکتہ نظر اس سے مختلف ہے۔

### ۱۔ رشتہ داروں کا حصہ: رسم نہیں، مستحب عمل

قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنا (اپنے لیے، رشتہ داروں کے لیے اور غرباء کے لیے) اگرچہ واجب نہیں، لیکن یہ مستحب اور پسندیدہ عمل ہے۔

رشتہ دار کا غریب ہونا شرط نہیں: کسی عزیز کو گوشت دینے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ غریب ہو یا اس نے قربانی نہ کی ہو۔

محبت کا فروغ: اگر رشتہ دار صاحبِ حیثیت ہے اور اس نے خود بھی قربانی کی ہے، تب بھی اسے گوشت بھیجنا ایک "تحفہ" (Gift) شمار ہوتا ہے جس سے باہمی محبت بڑھتی ہے۔

### ۲۔ بہنوں کے گھر گوشت بھیجنا

بھائیوں کا اپنی بہنوں کے گھر گوشت بھیجنا ایک بہترین اخلاقی اور شرعی عمل ہے۔ یہ عمل "صلہ رحمی" کے زمرے میں آتا ہے۔ اگرچہ بہن کے گھر میں قربانی ہوئی ہو، پھر بھی

---

[1] الفتاوى الهندية (5/ 300): "ويهب منها ما شاء للغني والفقير والمسلم والذمي، كذا في الغياثية".

بھائی کی طرف سے جانے والا گوشت بھائی چارے اور تعلق کی مضبوطی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسلام ایسی روایات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو خاندان کو جوڑنے کا سبب بنیں۔

## ۳۔کیا سارا گوشت خود رکھنا جائز ہے؟

تقسیم کے اس مستحب طریقے کے ساتھ شریعت نے حالات کے مطابق گنجائش بھی دی ہے:

اگر کسی کا خاندان بڑا ہو (مثلاً گھر میں افراد زیادہ ہوں) اور اسے محسوس ہو کہ گوشت باہر بانٹنے سے گھر کی ضرورت پوری نہیں ہوگی، تو وہ سارا گوشت اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ایسا کرنے میں کوئی گناہ یا حرج نہیں ہے۔

خلاصہ: عید الاضحیٰ کے موقع پر عزیز و اقارب کو گوشت بھیجنا صرف پیٹ بھرنے کا ذریعہ نہیں، بلکہ یہ رشتوں کی آبیاری کا ایک طریقہ ہے۔رشتہ دار نے خود قربانی کی ہو تب بھی اسے گوشت بھیجنا کارِ ثواب ہے، کیونکہ یہ گوشت نہیں بلکہ محبت کا پیغام ہے۔[1]

---

[1]۔ "ويستحب أن يأكل من أضحيته ويطعم منها غيره، والأفضل أن يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضيافة لأقاربه وأصدقائه، ويدخر الثلث، ويطعم الغني والفقير جميعا، كذا في البدائع."(الهندية كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب، ج:5،ص:300،ط:دار الفكر)

# نواں باب: اجتماعی قربانی کے مسائل

اجتماعی قربانی میں شرکاء کی آمدنی کا مسئلہ نہایت حساس ہوتا ہے، کیونکہ ایک بھی شریک کی آمدنی اگر مکمل حرام ہو تو سب کی قربانی متاثر ہو سکتی ہے۔

## اجتماعی قربانی کے فنڈز: چارہ اور ملازمین کی اجرت کا شرعی حل

اجتماعی قربانی کا انتظام کرنے والے اداروں یا افراد کے سامنے اکثر یہ سوال آتا ہے کہ کیا حصہ داروں سے جمع کی گئی رقم کو جانور کی قیمت کے علاوہ دیگر اخراجات (مثلاً چارہ، پانی، قصاب یا دیکھ بھال کرنے والے کی تنخواہ) میں استعمال کیا جا سکتا ہے؟

### ۱۔ بنیادی اصول: امانت اور اجازت

حصہ دار جو رقم جمع کرواتے ہیں، وہ انتظام کرنے والوں کے پاس ایک امانت ہوتی ہے۔ اصل حکم یہ ہے کہ یہ رقم جانور کی خریداری اور قربانی کے عمل پر ہی خرچ ہونی چاہیے۔

### ۲۔ اخراجات کی ادائیگی کی شرط

اگر انتظامیہ چاہتی ہے کہ چارے، ٹرانسپورٹیشن اور دیکھ بھال کرنے والے عملے کی اجرت اسی رقم سے ادا کی جائے، تو اس کے لیے درج ذیل طریقہ کار ضروری ہے:

پیشگی اطلاع: حصہ لینے والے افراد کو پہلے سے واضح طور پر بتا دیا جائے کہ:

"آپ کی دی ہوئی رقم سے نہ صرف جانور خریدا جائے گا بلکہ اس کی دیکھ بھال، چارے اور ملازمین کی اجرت بھی اسی فنڈ سے ادا کی جائے گی"۔

رضامندی: جب حصہ دار اس بات کو جان کر رقم جمع کروائیں گے، تو گویا انہوں نے اپنی رضامندی دے دی، اب ان پیسوں کو ان امور میں خرچ کرنا شرعاً جائز ہوگا۔

### ۳۔انتظامیہ کے لیے مشورہ

انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ "قربانی فارم" یا رسید پر یہ صراحت کر دے کہ: "رقم میں جانور کی قیمت کے ساتھ ساتھ انتظامی اخراجات (چارہ، مزدوری وغیرہ) بھی شامل ہیں"۔ اس طرح شرعی طور پر کوئی الجھن باقی نہیں رہتی اور معاملہ بالکل صاف ستھرا رہتا ہے۔

خلاصہ: اجتماعی قربانی میں شفافیت ہی برکت کی بنیاد ہے۔ اگر شرکاء کو اعتماد میں لے کر انتظامی اخراجات کا بتا دیا جائے، تو ان کی رقم سے چارہ خریدنا یا ملازمین کو تنخواہ دینا بالکل درست ہے۔ بغیر بتائے ایسا کرنا امانت میں خیانت کے زمرے میں آ سکتا ہے۔[1]

## اجتماعی قربانی کی بچی ہوئی رقم: امانت یا ناجائز منافع؟

بعض ادارے یا افراد اجتماعی قربانی کے اشتہار میں ایک متعین رقم (مثلاً 35000 روپے فی حصہ) طے کرتے ہیں اور یہ وعدہ بھی کرتے ہیں کہ جانور کی خریداری کے بعد جو رقم بچے گی وہ حصہ داروں کو واپس کر دی جائے گی۔ مگر عملاً وہ رقم واپس نہیں کی جاتی۔ اس معاملے کے شرعی احکام درج ذیل ہیں:

### ۱۔انتظامیہ کی شرعی حیثیت

اجتماعی قربانی کا انتظام کرنے والے افراد یا ادارے شرعی طور پر حصہ داروں کے

---

[1]۔ عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ... والمسلمون على شروطهم، إلا شرطا حرم حلالا أو أحل حراما. (ترمذی أبواب الأحكام رقم الحديث: 1352، ج:3، ص: 27، ط: دار الغرب الإسلامي بيروت)

"وکیل" ہوتے ہیں۔ حصہ دار جو رقم انہیں دیتے ہیں، وہ ان کے پاس "امانت" ہوتی ہے۔ وکیل کے لیے جائز نہیں کہ وہ موکل (حصہ دار) کی اجازت کے بغیر اس کی رقم میں سے ایک روپیہ بھی اپنے لیے رکھے۔

## ۲۔ بچی ہوئی رقم کا حکم

اگر خریداری کے بعد کچھ پیسے بچ جائیں، تو انتظامیہ پر واجب ہے کہ:

وہ رقم ہر صورت میں حصہ داروں کو واپس کی جائے۔

گوشت کی فراہمی کے وقت یہ رقم با آسانی واپس کی جاسکتی ہے۔

اگر اس وقت واپسی ممکن نہ ہو، تو بعد میں فون یا دیگر ذرائع سے اطلاع دے کر رقم لوٹائی جائے یا ان کی اجازت سے کسی مصرف میں لگائی جائے۔

حصہ داروں کو بتائے بغیر اس رقم کو اپنے پاس رکھنا یا ادارے کے اخراجات میں لگانا ناجائز اور حرام ہے۔

## ۳۔ کیا اسے "کاروبار" بنانا جائز ہے؟

قربانی ایک عبادت ہے، اسے دھوکہ دہی اور چھپے ہوئے منافع کے ذریعے کاروبار بنانا سخت گناہ ہے۔ اگر کوئی شخص ہر سال یہی طریقہ اپنائے کہ رقم واپسی کا جھوٹا وعدہ کر کے پیسے بچائے، تو یہ بددیانتی اور امانت میں خیانت ہے۔

## ۴۔ خدمتِ خلق کی جائز اجرت کا طریقہ

اگر انتظامیہ اپنے وقت اور محنت کی اجرت لینا چاہتی ہے، تو اس کا شرعی طریقہ یہ ہے:

شروع ہی میں حصہ داروں کو بتا دیا جائے کہ: "فی حصہ اتنی رقم جانور کے لیے ہے اور اتنی رقم (مثلاً 500 یا 1000 روپے) ہمارے انتظامی اخراجات اور محنت کی اجرت

ہوگی۔" جب معاملہ پہلے سے طے ہوجائے گا،تو وہ رقم لینا انتظامیہ کے لیے حلال اور جائز ہوگا۔

خلاصہ: انتظامیہ کی ذمہ داری صرف جانور ذبح کرنا نہیں، بلکہ پیسوں کا حساب دینا بھی ہے۔ بچی ہوئی رقم حصہ دار کا حق ہے؛ اسے ہڑپ کرنا اپنی آخرت برباد کرنے کے مترادف ہے۔ اگر محنت کا معاوضہ لینا ہے،تو اسے چھپانے کے بجائے شروع میں واضح کریں تاکہ معاملہ صاف ستھرا رہے۔[1]

## کیا قربانی کے جانور کو خریدنے کے بعد حصہ دار بڑھائے جاسکتے ہیں؟

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص (مثلاً عبداللہ) اکیلا جانور خرید لیتا ہے،لیکن بعد میں مالی حالات یا کسی اور وجہ سے چاہتا ہے کہ اس میں دیگر افراد کو بھی شریک کرلے۔اس کے شرعی احکام درج ذیل ہیں:

### ۱۔اگر خریدار صاحبِ نصاب (مالدار) ہو

اگر عبداللہ پر قربانی واجب ہے اور اس نے گائے خریدی،تو اس کے لیے دو صورتیں ہیں:

خریدتے وقت نیت تھی: اگر جانور خریدتے وقت ہی یہ نیت تھی کہ میں اس میں دیگر لوگوں کو بھی شریک کروں گا،تو اب کسی بھی کراہت کے بغیر دیگر افراد کو شریک کرنا جائز ہے۔

خریدتے وقت نیت نہیں تھی: اگر خریدتے وقت ارادہ اکیلے قربانی کا تھا اور بعد

---

[1]۔ "ضابط: الوكيل أمين على المال الذى فى يده كالمستودع."(شرح مجلة الاحكام، كتاب الوكالة، المادة ۱۴۶۳، ج:۳،ص:۵۶۱،دار الجيل)

میں خیال بدلا، تو اب کسی اور کو شریک کرنا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے، تاہم اگر شریک کر لیا تو سب کی قربانی ہو جائے گی۔

## ۲۔ اگر خریدار غریب (غیر صاحبِ نصاب) ہو

غریب آدمی کے لیے حکم تھوڑا سخت ہے کیونکہ اس کا جانور خریدنا "نذر" کے حکم میں آجاتا ہے:

خریدتے وقت نیت تھی: اگر خریدتے وقت ہی ارادہ دوسروں کو شریک کرنے کا تھا، تو شریک کرنا جائز ہے۔

خریدتے وقت نیت نہیں تھی: اگر اکیلے کی نیت سے خریدا تھا، تو اب اس پر پورے جانور کی قربانی لازم ہو چکی ہے۔ اب وہ کسی اور کو شریک نہیں کر سکتا۔ اگر زبردستی شریک کیا، تو دوسرے حصوں سے ملنے والی رقم اسے صدقہ کرنی ہوگی۔

خلاصہ: قربانی کے معاملے میں نیت کی پختگی بہت اہم ہے۔ صاحبِ نصاب کے لیے گنجائش موجود ہے، لیکن غیر صاحبِ نصاب (غریب) شخص جب اکیلے کی نیت سے جانور خرید لیتا ہے تو وہ پورا جانور اللہ کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے، جس میں پھر کسی اور کی شرکت کی گنجائش نہیں رہتی۔[1]

---

[1]۔ ولو اشترى بقرةً يريد أن يضحي بها، ثم أشرك فيها ستة يكره ويجزيهم؛ لأنه بمنزلة سبع شياه حكماً، إلا أن يريد حين اشتراها أن يشركهم فيها فلا يكره، وإن فعل ذلك قبل أن يشتريها كان أحسن، وهذا إذا كان موسراً، وإن كان فقيراً معسراً فقد أوجب بالشراء فلا يجوز أن يشرك فيها "(الهندية كتاب الأضحية، الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا، ج:5، ص:304، ط:دار الفكر)

## پیسوں کی ادائیگی بعد میں اور قربانی پہلے: مشترکہ قربانی کا ایک اہم مسئلہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مشترکہ قربانی میں ایک شخص تمام انتظامات (جانور لانا، چارہ، ذبح اور گوشت کی تقسیم) سنبھالتا ہے اور دیگر شرکاء اسے اپنا "وکیل" بنا دیتے ہیں۔ اگر رقم کی ادائیگی قربانی مکمل ہونے کے بعد کی جائے، تو اس کا شرعی حکم درج ذیل ہے:

### ۱۔ وکالت کا شرعی رشتہ

جب آپ اپنے کسی ساتھی کو یہ ذمہ داری دیتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف سے حصہ شامل کرے، تو شرعی طور پر آپ اسے اپنا "وکیل" مقرر کرتے ہیں۔

حکم: یہ معاملہ بالکل جائز ہے اور اس طرح کی جانے والی قربانی شرعاً درست اور قبول ہے۔

### ۲۔ قیمت کا تعین اور مابعد ادائیگی

اجتماعی قربانی میں جانور کی قیمت کے علاوہ دیگر متفرق اخراجات (مثلاً ٹرانسپورٹ، چارہ، قصاب کی اجرت اور صفائی وغیرہ) شامل ہوتے ہیں۔

اخراجات کا حساب: چونکہ یہ تمام اخراجات قربانی مکمل ہونے تک جاری رہتے ہیں، اس لیے ذبح سے پہلے ایک ایک روپے کا حتمی حساب کرنا مشکل ہوتا ہے۔

جواز: اگر آپ کا دوست تمام اخراجات مکمل ہونے کے بعد حساب کر کے آپ سے پیسے لیتا ہے، تو یہ شرعاً بالکل جائز ہے۔ رقم کی ادائیگی کا قربانی سے پہلے ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ نیت اور وکالت کا ہونا اصل ہے۔

### ۳۔ ایک اہم نکتہ

قربانی کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ ذبح کے وقت آپ کی طرف سے حصہ

لینے کی نیت موجود ہو اور آپ نے اپنے ساتھی کو اس کا وکیل بنایا ہو۔ جب یہ شرائط پوری ہیں، تو پیسے بعد میں دینے سے قربانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

خلاصہ: مشترکہ قربانی میں اعتماد کی بنیاد پر رقم کی ادائیگی بعد میں کرنا جائز ہے۔ چونکہ وکیل (انتظام کرنے والا) آپ کی طرف سے خرچ کر رہا ہوتا ہے، اس لیے قربانی مکمل ہونے کے بعد حساب کتاب کرنا معاملے کو صاف اور شفاف رکھتا ہے۔[1]

## کیا کمپنی کا ڈیٹا چوری کرنے والے شخص کے ساتھ حصہ ڈالنا جائز ہے؟

جدید دور میں کارپوریٹ سیکٹر میں کام کرنے والے افراد اکثر "ڈیٹا چوری" یا "معاہدے کی خلاف ورزی" (Contract Breach) جیسے مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا کوئی شخص اجتماعی قربانی میں حصہ لینا چاہے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

### ۱۔ امانت اور ملازمت کا رشتہ

اسلام کی رو سے ملازم اپنے ادارے کا "امین" (Trustee) ہوتا ہے۔ کمپنی کے تجارتی راز، کسٹمر لسٹ اور ڈیٹا اس کے پاس امانت ہوتے ہیں۔

وعدہ خلافی: کمپنی کی پالیسی کے برخلاف باہر کام کرنا عہد شکنی ہے۔

ڈیٹا چوری: ادارے کی خفیہ معلومات اپنے فائدے کے لیے استعمال کرنا خیانت اور دھوکہ دہی ہے۔ یہ افعال سخت گناہ ہیں اور ان سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

---

[1]۔ من قام عن غيره بواجب بأمره رجع بما دفع وإن لم يشترطه كالأمر بالإنفاق عليه وبقضاء دينه.....قال ابن عابدين تحته:(قوله: من قام عن غيره بواجب بأمره إلخ) الظاهر أن المراد بالواجب اللازم شرعا أو عادة ليصح استثناء التعويض عن الهبة ونفس الهبة."(شامية، ۵/۳۳۳، ط: سعيد)

## ۲۔آمدنی کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ

یہاں دو الگ الگ پہلو ہیں:

تنخواہ کا حکم: جب تک ملازم کمپنی کا دیا ہوا کام ایمانداری سے کر رہا ہے، اس کی کمپنی سے ملنے والی تنخواہ حلال ہے۔

ذاتی کام کی آمدنی: اگر اس نے کمپنی کا ڈیٹا چوری کر کے اپنا کام شروع کیا، تو ڈیٹا کا غلط استعمال ایک "گناہ" ہے، لیکن اگر وہ جو سروس یا پراڈکٹ بیچ رہا ہے وہ بذاتِ خود جائز ہے، تو اس محنت سے حاصل ہونے والی اصل آمدنی کو "حرام" نہیں کہا جائے گا۔

آسان لفظوں میں: گناہ ڈیٹا چوری اور عہد شکنی کا ہوا، لیکن جو پیسہ اس نے اپنی پیشہ ورانہ مہارت (Skill) بیچ کر کمایا، وہ ناپاک نہیں ہوا۔

## ۳۔اجتماعی قربانی میں شمولیت کا حکم

اگر ایسا شخص جس نے ماضی میں یا حال میں کمپنی کے ساتھ بد دیانتی کی ہو، وہ اجتماعی قربانی میں حصہ ڈالتا ہے، تو:

قربانی کی صحت: اس کی اور اس کے ساتھ تمام شرکا کی قربانی درست ہو جائے گی۔

وجہ: چونکہ اس کی آمدنی کا بڑا حصہ اس کی اپنی محنت اور جائز کام پر مشتمل ہے، اس لیے اسے "حرامِ محض" (خالص حرام جیسے سود یا جوا) نہیں قرار دیا جا سکتا۔

خلاصہ برائے کتاب: "کاروباری معاملات میں بد دیانتی، ڈیٹا کی چوری اور معاہدوں کی خلاف ورزی کرنا سنگین اخلاقی و شرعی جرم ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ تاہم، اگر ایسا شخص اجتماعی قربانی میں شریک ہو جائے تو اس کی آمدنی کے حلال پہلو کو مدنظر رکھتے

ہوئے قربانی ادا ہوجائے گی اور دیگر شرکا پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔[1]

## کیا قادیانی کو اجتماعی قربانی میں شریک کرسکتے ہیں؟ ایک اہم انتباہ

اجتماعی قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس میں تمام شرکا کی نیت اور عقیدے کا درست ہونا شرط ہے۔ اگر سات افراد مل کر ایک گائے ذبح کریں اور ان میں سے ایک بھی ایسا ہو جس کے عقائد اسے دائرہ اسلام سے باہر کردیں، تو اس کا اثر سب پر پڑتا ہے۔

### ۱۔ قادیانیت اور دائرہ اسلام

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، مجدد یا مسلمان سمجھتا ہے، وہ ختمِ نبوت کا منکر ہونے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور "مرتد" کے حکم میں ہے۔ ایسے شخص کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ مل کر کوئی عبادت کی جاسکتی ہے۔

### ۲۔ اجتماعی قربانی پر اس کا اثر

اگر چھ (6) صحیح العقیدہ مسلمان کسی ایسے شخص کو اپنے ساتھ قربانی کے بڑے جانور میں شریک کرلیں جو قادیانی عقائد رکھتا ہو یا انہیں مسلمان سمجھتا ہو، تو شرعی حکم یہ ہے:

قربانی کی عدمِ صحت: اس مشترکہ جانور میں شامل کسی بھی شخص کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔

وجہ: اجتماعی قربانی میں جانور کا گوشت حلال ہونے اور عبادت کے مقبول ہونے کے لیے تمام شرکا کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔ جب ایک حصہ دار ہی شرعاً قربانی کا اہل نہیں

---

[1] "(قوله: وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في التتارخانية: وفي فتاوى الفضلي وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة .....(قوله ولو عمل نقص من أجرته إلخ)(شامية كتاب الإجارة 6/69، ط:سعيد)

رہا، تو پورا جانور محض گوشت بن جائے گا، اسے قربانی نہیں کہا جا سکتا۔

## ۳۔ مسلمانوں کے لیے ہدایت

اجتماعی قربانی میں شریک ہوتے وقت صرف جانور کی صحت اور وزن نہ دیکھیں، بلکہ اپنے ساتھ شامل "شرکا کے عقائد" کی بھی تحقیق کر لیں۔ اگر کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے، تو اس کے ساتھ حصہ ڈالنے سے گریز کریں تاکہ آپ کی محنت اور رقم ضائع نہ ہو۔

خلاصہ: اجتماعی قربانی کی مثال ایک لڑی کی ہے؛ اگر ایک موتی ٹوٹ جائے تو پوری لڑی بکھر جاتی ہے۔ عقیدے کی خرابی قربانی کو ضائع کر دیتی ہے۔ لہٰذا، کسی بھی ایسے شخص کو شریک نہ کریں جو ختمِ نبوت پر کامل یقین نہ رکھتا ہو یا منکرینِ ختمِ نبوت کو مسلمان سمجھتا ہو۔[1]

---

[1]۔ وان كان شريك الستة نصرانياً اومريداًاللحم لم يجز عن واحد منهم و كذا اذا كان عبدامدبرا يريدالاضحية لانّ نيته باطلة لانّه ليس من اهل هذه القربة فكان نصيبه لحما فمنع الجوا اصلا،بدائع...(الدر المختار مع ردالمحتار:۲۲۹/۵)

# دسواں باب: قربانی کے متفرق اور جدید مسائل

## قربانی کی کھال: اللہ کی امانت اور اس کے درست مصرف

قربانی کا عمل جانور ذبح کرنے پر ختم نہیں ہوتا، بلکہ اس کی کھال کو اس کے صحیح حقداروں تک پہنچانا بھی عبادت کا حصہ ہے۔ اس معاملے میں معمولی سی غفلت قربانی کے ثواب کو متاثر کر سکتی ہے۔

### ۱۔ کھال کے استعمال کے دو طریقے

قربانی کی کھال کے حوالے سے شریعت نے دو راستے دیئے ہیں:

ذاتی استعمال: اگر آپ چاہیں تو کھال کو اپنے پاس رکھ کر اس کا مصلیٰ (جائے نماز)، مشکیزہ یا کوئی اور چیز بنا کر خود استعمال کر سکتے ہیں، یہ جائز ہے۔

صدقہ کرنا: اگر آپ خود استعمال نہیں کرنا چاہتے، تو اسے صدقہ کرنا واجب ہے۔

### ۲۔ کھال کی قیمت کا مصرف (سب سے اہم مسئلہ)

اگر آپ نے کھال بیچ دی ہے، تو اب اس سے حاصل ہونے والی رقم آپ کی ملکیت نہیں رہی۔ اس رقم کا حکم وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے:

#### حقدار کون؟

اس رقم کو صرف ان فقراء اور مساکین کو دیا جا سکتا ہے جو زکوٰۃ لینے کے مستحق ہوں۔

#### کہاں خرچ نہیں ہو سکتی؟

کھال کی رقم سے مسجد کی تعمیر، مدرسے کی عمارت، سڑک کی مرمت، یا کسی بھی

فلاحی ادارے کے انتظامی اخراجات (بجلی کا بل وغیرہ) پورے کرنا ناجائز ہے۔

### تنخواہ کا مسئلہ:

کھال کی رقم یا خود کھال کو امام صاحب، مؤذن یا قصاب کی اجرت (تنخواہ) کے طور پر دینا سخت گناہ اور ناجائز ہے۔

## ۳۔قصاب کی اجرت اور کھال

اکثر لوگ قصاب کو پیسے کم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "کھال تم رکھ لینا" یا "گوشت کا ایک بڑا حصہ تمہارا ہو"۔ یاد رکھیں:

قصاب کی مزدوری اپنے پاس سے الگ رقم میں ادا کرنا ضروری ہے۔قربانی کے جانور کا کوئی بھی حصہ (کھال، گوشت، چربی وغیرہ) قصاب کو اس کی اجرت کے بدلے میں دینا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ: قربانی کی کھال غریبوں کا حق ہے۔اسے بیچ کر رقم اپنی جیب میں ڈالنا یا اس سے مسجد کے پنکھے لگوانا شرعاً درست نہیں۔ اگر آپ اسے بیچتے ہیں، تو ایک ایک پائی مستحقِ زکوٰۃ فرد تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے۔

# حجِ قران وتمتع میں ترتیب ارکان اور جدید سعودی قوانین

حج میں تین ارکان (رمی، قربانی اور حلق/قصر) کے درمیان "ترتیب" احناف کے نزدیک واجب ہے، لیکن موجودہ دور کے انتظامی ڈھانچے اور 2026ء کی سخت قانونی پابندیوں نے حجاج کو ایک ایسی آزمائش میں ڈال دیا ہے جہاں اس ترتیب کی لفظ بہ لفظ پیروی دشوار ہوگئی ہے۔

## ۱۔اصل حکم اور موجودہ رکاوٹیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور قول کے مطابق، اگر کوئی حاجی قصداً یا بھولے سے ترتیب بدل دے (مثلاً قربانی سے پہلے حلق کروالے) تو اس پر دم (قربانی کا جرمانہ) لازم آتا ہے۔ تاہم، موجودہ دور میں "اضاحی پروجیکٹ" (سعودی بینک سسٹم) کے تحت قربانی کے حقیقی وقت کا علم ہونا ایک بڑا چیلنج ہے، اور 2026ء کی قانونی پابندیوں نے انفرادی قربانی کے تمام متبادل راستے مسدود کر دیے ہیں۔

## ۲۔فتاویٰ اور شرعی گنجائش

اس صورتِ حال میں جہاں حاجی اپنی مرضی سے ترتیب برقرار رکھنے پر قادر ہی نہ رہا ہو، اور متعلقہ ذمہ داروں کو مذبح خانوں تک رسائی نہ دی جائے اور کسی بھی ذریعہ سے انہیں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ قربانی دیے گئے وقت پر ہو چکی ہے یا نہیں؟ تو حکومتی اداروں پر اعتماد کرتے ہوئے مقررہ وقت کے بعد حلق یا قصر کروانا جائز ہے۔

علمائے احناف نے درج ذیل بنیادوں پر نرمی کا راستہ اختیار کیا ہے:

صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) کا مسلک: امام صاحب کے شاگردوں کے نزدیک ان ارکان میں ترتیب "سنت" ہے، واجب نہیں۔ اگر ترتیب برقرار نہ رہے تو ان کے نزدیک سرے سے دم لازم ہی نہیں آتا۔[1]

---

[1]۔ (قوله لهما أن ما فات مستدرك بالقضاء إلخ) ولهما أيضا من المنقول ما في الصحيحين »أنه وقف في حجة الوداع فقال رجل: يا رسول الله لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح، قال اذبح ولا حرج، وقال آخر: يا رسول الله لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي، قال: ارم ولا حرج، فما سئل يومئذ عن شيء قدم ولا أخر إلا قال افعل ولا حرج«. والجواب أن نفي الحرج ... الخ (فتح القدير 63/3)

امام اعظمؒ کا دوسرا قول: امام محمدؒ نے اپنی کتاب "الحجة على أهل المدينة" میں امام صاحب کا ایک قول نقل کیا ہے جو اس سہولت کی تائید کرتا ہے۔[1]

رفعِ حرج (مشقت کا خاتمہ): چونکہ اب انفرادی قربانی کرنے پر بلیک لسٹنگ، بھاری جرمانہ اور گرفتاری جیسے سنگین خطرات ہیں، لہٰذا یہ "عذرِ شرعی" کے زمرے میں آتا ہے۔

## ۳۔عملی حل اور طریقہ کار

حجاجِ کرام کو چاہیے کہ وہ درج ذیل ترتیب اپنائیں:

1۔حتی الامکان کوشش: حاجی کو چاہیے کہ وہ متعلقہ ادارے (نسک/اضاحی) کے دیئے گئے وقت کی رعایت رکھے۔

2۔حکومتی نظم پر اعتماد: اگر اداروں کی طرف سے اطلاع مل جائے یا وہ وقت آ جائے جس کا کمپنی نے وعدہ کیا تھا، تو حاجی یہ گمان کر کے کہ قربانی ہو چکی ہوگی، حلق یا قصر کروا لے۔

3۔ترتیب ٹوٹنے پر دم کا حکم: اگر قانونی پابندیوں، بھیڑ کے دباؤ یا سسٹم کی خرابی کی وجہ سے ترتیب برقرار نہ رہ سکی، تو حاجی پر دم لازم نہیں ہوگا۔اس غیر معمولی صورتِ حال

---

[1]۔ "أخبرنا محمد عن أبي حنيفة في الرجل يجهل وهو حاج فيحلق رأسه قبل أن يرمي الجمرة أنه لا شيء عليه،..... وقال محمد الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذلك مشهور بين أنه سئل يوم النحر عمن حلق رأسه قبل أن يرمي قال ارم ولا حرج، فما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن شيء يومئذ قدم ولا أخر إلا قال افعل ولا حرج."(الحجة على أهل المدينة لمحمد بن الحسن الشيباني 372/2ط: عالم الكتب-بيروت)

میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے تاکہ حجاج حرج اور گناہ کے احساس سے بچ سکیں۔

### ۴۔ احتیاطی تدبیر

اگر کوئی حاجی مالی وسعت رکھتا ہو اور اپنے دل کے اطمینان کے لیے (امام صاحب کے مشہور قول پر عمل کرتے ہوئے) "دم" دینا چاہے، تو یہ اس کا انفرادی تقویٰ ہے، لیکن شرعی طور پر ان حالات میں اس پر دم کا مطالبہ کرنا حجاج پر حد سے زیادہ بوجھ ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

خلاصہ: حج 2026ء کے دوران "نسک" پلیٹ فارم کے ذریعے قربانی کرنے والے حجاج اگر ترتیب کی رعایت نہ رکھ پائیں، تو ان کا حج مکمل اور صحیح ہے اور ان پر کوئی مالی جرمانہ (دم) واجب نہیں، کیونکہ شرعی ضرورت اور قانونی مجبوری کی بنا پر یہاں فقہِ حنفی کے دوسرے مستند قول (صاحبین کی رائے) پر عمل کی مکمل گنجائش موجود ہے۔

## گوشت کی صفائی: کیا بغیر دھوئے قربانی کا گوشت پکانا جائز ہے؟

اکثر عید کے موقع پر کام کی زیادتی یا جلدی کی وجہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قصاب سے حاصل شدہ گوشت کو فوراً ہانڈی میں ڈالا جا سکتا ہے یا اسے دھونا شرعاً لازم ہے؟

### ۱۔ اصل شرعی حکم

فقہی اعتبار سے گوشت کو دھونا ہر حال میں "فرض" یا "لازم" نہیں ہے۔ اگر گوشت بظاہر صاف ہے، تو اسے بغیر دھوئے پکانا اور کھانا جائز ہے۔

### ۲۔ دھونا کب ضروری ہے؟ (شرائط)

گوشت کو دھونا صرف اسی صورت میں واجب اور ضروری ہوگا جب اس پر کوئی ظاہری ناپاکی لگی ہو، مثلاً:

دمِ مسفوح: یعنی ذبح کے وقت بہنے والا خون جو جسم سے الگ ہوکر گوشت پر لگ گیا ہو۔(یاد رہے کہ رگوں کے اندر رہ جانے والا خون ناپاک نہیں ہوتا)۔

نجاست: جانور کا گوبر یا اوجھڑی کی ناپاکی اگر گوشت کے کسی حصے کو لگ جائے تو اسے دھونا لازم ہے۔

## ۳۔ایک اہم وضاحت (رگوں کا خون)

گوشت کے ریشوں یا رگوں کے اندر جو خون باقی رہ جاتا ہے، وہ شرعاً ناپاک نہیں ہے اور اسے نکالنے کے لیے گوشت کو بار بار دھونا یا نچوڑنا ضروری نہیں ہے۔اگر سالن پکاتے وقت وہ خون اوپر آجائے، تب بھی وہ پاک ہی رہتا ہے۔

خلاصہ: گوشت اگر صاف ستھرا ہے اور اس پر ذبح کا بہتا ہوا خون یا گندگی نہیں لگی، تو اسے بغیر دھوئے پکایا جاسکتا ہے۔تاہم، صفائی اور حفظانِ صحت (Hygiene) کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے گوشت کو ایک بار دھو لینا بہتر اور مستحب ہے، تاکہ گرد وغبار اور بال وغیرہ صاف ہوجائیں۔[1]

## کیا قربانی کے جانور کا دودھ پینا جائز ہے؟

اکثر لوگ کئی ماہ پہلے قربانی کا جانور اس نیت سے خرید لیتے ہیں کہ وہ سستا پڑے گا یا اسے پال کر فربہ کریں گے، لیکن اس دوران جانور سے حاصل ہونے والے فائدے

---

[1]۔ "وفی عیون المسائل: الدم الملتزق باللحم إن کان ملتزقاً من الدم السائل بعدما سال کان نجساً، وإن لم یکن ملتزقاً من الدم السائل لم یکن نجساً"(المحیط البرهانی کتاب الطهارات، الفصل السابع فی النجاسات وأحکامها، ج:1، ص:189، ط:دار الکتب العلمیة، بیروت-لبنان)

(جیسے دودھ) کے بارے میں شرعی احکام سے ناواقف ہوتے ہیں۔اور قربانی کی غرض سے لئے جانور کا دودھ پی لیتے ہیں۔

## ۱۔بنیادی شرعی اصول: نفع اٹھانے کی ممانعت

جب کوئی جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا جائے، تو وہ اللہ کی راہ میں "مختص" ہو جاتا ہے۔جس طرح مسجد کے لیے وقف چیز سے ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اسی طرح قربانی کے جانور کے کسی بھی حصے (اون، بال، دودھ یا اسے سواری/کھیتی کے لیے استعمال کرنے) سے نفع اٹھانا ناجائز ہے۔

## ۲۔دودھ کا استعمال اور صدقہ کا حکم

اگر قربانی کی گائے دودھ دے رہی ہو، تو اس کے بارے میں درج ذیل احکام ہیں:

ذاتی استعمال: مالک کے لیے اس کا دودھ خود پینا یا گھر میں استعمال کرنا حرام ہے۔

دودھ کی فروخت: اگر دودھ بیچ دیا گیا، تو اس سے حاصل ہونے والی پوری رقم کا فقراء اور مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے۔اسے اپنی ذات یا جانور کے چارے پر خرچ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

## ۳۔جانور کی تکلیف اور تھنوں کا مسئلہ

اگر جانور کے تھنوں میں دودھ بھر جائے اور قربانی میں ابھی کافی وقت باقی ہو، تو شریعت نے جانور کی تکلیف دور کرنے کے لیے یہ راستہ بتایا ہے:

پہلی کوشش: تھنوں پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے تاکہ دودھ کی مقدار کم ہو جائے اور جانور کو بوجھ محسوس نہ ہو۔

دوسری صورت: اگر دودھ نکالنا ناگزیر ہو جائے تا کہ جانور کو تکلیف نہ ہو، تو دودھ نکال لیا جائے لیکن اسے فوراً صدقہ کر دیا جائے۔

خلاصہ: قربانی کا جانور خریدتے ہی وہ ایک طرح سے اللہ کی امانت بن جاتا ہے۔ اس کے دودھ سے چائے بنانا یا اسے بیچ کر پیسے جیب میں ڈالنا آپ کی قربانی کی روح کے خلاف ہے۔ اگر نادانی میں ایسا کر لیا جائے، تو اس دودھ کی بازار میں جو قیمت بنتی ہے، اتنی رقم غریبوں کو دینا لازم ہے۔

## عید کا پہلا لقمہ: کیا قربانی تک بھوکا رہنا ضروری ہے؟

عید الاضحیٰ کی صبح بہت سے لوگ قربانی ہونے تک کچھ بھی کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس عمل کی شرعی حیثیت اور اس کے پیچھے چھپی حکمت کو سمجھنا ضروری ہے۔

### ۱۔ مستحب عمل: اللہ کی مہمانی کا انتظار

عید الاضحیٰ کا دن درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے "عام مہمانی" کا دن ہے۔ جس طرح ایک معزز مہمان اپنے میزبان کے کھانے کا انتظار کرتا ہے، اسی طرح شریعت میں یہ عمل مستحب (پسندیدہ) ہے کہ:

جس شخص نے قربانی کرنی ہے، وہ صبح سے کچھ نہ کھائے اور اپنے دن کے کھانے کا آغاز اپنی قربانی کے گوشت سے کرے۔

جن لوگوں نے قربانی نہیں کرنی، ان کے لیے بھی یہ افضل ہے کہ وہ دن کے پہلے کھانے کی شروعات کسی کی بھی قربانی کے گوشت سے کریں۔

### ۲۔ ایک عام غلط فہمی: "قربانی کا روزہ"

ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ اس عمل کو "روزہ" کا نام دیتے ہیں، جو کہ

شرعاً غلط ہے۔

فرق: روزہ صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب (مغرب) تک ہوتا ہے، جبکہ یہ عمل صرف قربانی کے گوشت کے تیار ہونے تک کا انتظار ہے۔

حکم: عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، لہٰذا اسے "روزہ" نہیں کہنا چاہیے، بلکہ اسے سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ایک "مستحب انتظار" کہنا درست ہے۔

## ۳۔کیا یہ عمل واجب ہے؟

یاد رہے کہ یہ عمل صرف ایک فضیلت اور ثواب کی بات ہے۔ اگر کوئی شخص بھوک، پیاس یا بیماری کی وجہ سے قربانی سے پہلے کچھ کھا لیتا ہے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ ہی اس سے قربانی کے ثواب میں کوئی کمی آتی ہے۔

خلاصہ: عید الاضحیٰ کی صبح کا پہلا لقمہ قربانی کا گوشت ہونا اللہ کی مہمانی کا ادب ہے۔ یہ روزہ نہیں، بلکہ شکرانے کا ایک انداز ہے۔ اگر ہمت ہو تو اس برکت والے کھانے کا انتظار کرنا چاہیے، ورنہ کچھ کھا لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔[1]

# عمرہ میں قربانی کرنے کا حکم

حج کے برعکس، عمرے کے مناسک میں قربانی شامل نہیں ہے۔ بہت سے

---

[1]۔ "والأضحى كالفطر فيها إلا أنه يترك الأكل حتى يصلي العيد، كذا في القنية.
وفي الكبرى: الأكل قبل الصلاة يوم الأضحى هل هو مكروه؟ فيه روايتان والمختار أنه لا يكره لكن يستحب له أن لا يفعل، كذا في التتارخانية، ويستحب أن يكون أول تناولهم من لحوم الأضاحي التي هي ضيافة الله، كذا في العيني شرح الهداية." (الهندية كتاب الصلاة، في صلاة العيدين، ج1، ص150، ط: رشيدية)

زائرین معلومات کی کمی کی وجہ سے عمرے کے ساتھ قربانی کو بھی لازم سمجھتے ہیں، جس کی شرعی حقیقت درج ذیل ہے:

## ۱۔عمرے کے ارکان میں قربانی کی حیثیت

عمرے کے ارکان و احکام میں قربانی کہیں بھی شامل نہیں ہے۔عمرہ صرف چار چیزوں کا مجموعہ ہے:

1.** احرام ** (فرض)

2.**طوافِ کعبہ ** (فرض)

3.** صفاومروہ کی سعی ** (واجب)

4.**حلق یا قصر ** یعنی سرمنڈوانا یا بال چھوٹے کروانا (واجب)

ان چار اعمال کے مکمل ہوتے ہی عمرہ مکمل ہوجاتا ہے، اس میں کسی قسم کا جانور ذبح کرنا شامل نہیں ہے۔

## ۲۔حرم میں نفلی صدقہ

اگر کوئی شخص اللہ کی رضا کے لیے مکہ مکرمہ میں جانور ذبح کر کے فقراء میں گوشت تقسیم کرنا چاہے، تو یہ ایک نفلی صدقہ ہے اور بہت کارِثواب ہے۔لیکن اسے عمرے کا حصہ یا عمرے کی تکمیل کے لیے ضروری سمجھنا درست نہیں ہے۔ یہ صدقہ عمرے کے احرام کے بغیر بھی کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

## ۳۔ایک ضروری انتباہ (دم اور قربانی میں فرق)

یاد رہے کہ اگر عمرے کے دوران کوئی غلطی ہوجائے (مثلاً احرام کی حالت میں خوشبو لگانا یا سلا ہوا کپڑا پہننا وغیرہ)، تو بطورِ کفارہ جانور ذبح کرنا پڑتا ہے جسے "دم" کہتے

ہیں۔ یہ قربانی "غلطی کے ازالے" کے لیے ہوتی ہے، عمرے کا رکن نہیں ہوتی۔

خلاصہ: عمرہ مکمل کرنے کے لیے جانور ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔ عمرے کے واجبات بال کٹوانے پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ مکہ میں قربانی کرنا چاہتے ہیں تو اسے بطورِ نفلی عبادت کریں، عمرے کا حصہ سمجھ کر نہیں۔

## ڈیجیٹل قربانی: کیا آن لائن سروسز کے ذریعے قربانی کرنا جائز ہے؟

موجودہ دور میں بہت سے ادارے اور ویب سائٹس آن لائن قربانی کی سہولت فراہم کر رہے ہیں، جہاں آپ رقم جمع کرواتے ہیں اور وہ آپ کی طرف سے جانور ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس کا شرعی حکم درج ذیل ہے:

### ۱۔ وکالت کا اصول

شریعت میں قربانی کے لیے خود موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ کسی کو اپنا وکیل (نمایندہ) بنانا جائز ہے۔ جب آپ کسی آن لائن ادارے کو پیسے دیتے ہیں، تو درحقیقت آپ انہیں اپنی قربانی ذبح کرنے کا وکیل بناتے ہیں۔

### ۲۔ جواز کی شرائط

آن لائن قربانی کرنا بالکل جائز ہے، بشرطیکہ وہ ادارہ درج ذیل امور کا پابند ہو:

شرعی ضوابط: جانور کی عمر پوری ہو، وہ عیوب سے پاک ہو اور ذبح کے شرعی طریقے (تکبیر وغیرہ) کا خیال رکھا جائے۔

وقت کا تعین: قربانی آپ کے بتائے ہوئے نام پر ایامِ قربانی (10 تا 12 ذوالحجہ) کے اندر ہی کی جائے۔

اعتماد: آپ کو اس ادارے کی دیانت داری اور سابقہ ریکارڈ پر مکمل اعتماد ہو کہ وہ

واقعی جانور ذبح کریں گے اور محض کاغذی کارروائی نہیں ہوگی۔

### ۳۔ایک اہم نکتہ: مسافرت اور وقت کا فرق

اگر آپ کسی دوسرے شہر یا ملک میں آن لائن قربانی کروا رہے ہیں، تو وہی قاعدہ لاگو ہوگا جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے (یعنی ذبح کے وقت قربانی کرنے والے اور جانور کے مقام، دونوں جگہ عید کا ہونا ضروری ہے)۔

خلاصہ: آن لائن قربانی سہولت اور خدمت کا ایک جدید ذریعہ ہے۔ اگر ادارہ معتبر ہے اور شرعی حدود کا لحاظ رکھتا ہے، تو گھر بیٹھے اس سروس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔[1]

## کیا قربانی کی رقم صدقہ کرنا جائز ہے؟

عام طور پر یہ سوال ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ جانور ذبح کرنے کے بجائے اگر وہی رقم کسی غریب کی مدد، یتیم خانے یا کسی فلاحی کام میں دے دی جائے تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا؟ اس کا شرعی اور فقہی جواب درج ذیل نکات میں واضح ہے:

### ۱۔قربانی: ایک مستقل اور لازمی عبادت

اسلام میں ہر عبادت کی اپنی ایک خاص "ہیئت" (شکل) اور "روح" ہوتی ہے۔ جس طرح زکوٰۃ کی رقم سے حج نہیں ہوسکتا اور روزے کے بدلے نماز نہیں پڑھی جاسکتی، اسی طرح قربانی ایک مستقل مالی و بدنی عبادت ہے۔ شریعت کا حکم "خون بہانا" (اراقۃ الدم)

---

[1]۔ أن الرجل إذا كان فى مصر وأهله فى مصر آخر فكتب إليهم ليضحوا عنه، فإنه يعتبر مكان التضحية فينبغى أن يضحوا عنه بعد فراغ الإمام من صلاته فى المصر الذى يضحى عنه فيه الخ (الهندية الباب الرابع ج5ص296 ماجديه)۔

ہے، نہ کہ "رقم خرچ کرنا"۔

قربانی کے مخصوص ایام (۱۰ تا ۱۲ ذوالحجہ) میں اللہ تعالیٰ کو بندے کا جانور ذبح کرنا ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔[1]

## ۲۔سنتِ ابراہیمی بمقابلہ محض خیرات

اگر کوئی شخص قربانی کے بدلے رقم صدقہ کرتا ہے، تو اسے "صدقہ وخیرات" کا ثواب تو مل سکتا ہے لیکن اس کی "واجب قربانی" ادا نہیں ہوگی۔ وہ شخص شرعاً گنہگار رہے گا کیونکہ اس نے اللہ کے ایک طے شدہ حکم (واجب) کو ترک کر دیا۔

## ۳۔ایامِ قربانی کی خصوصیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے: "یومِ نحر (عید کے دن) میں ابنِ آدم کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ محبوب نہیں"۔ (جامع ترمذی)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان تین دنوں میں پیسہ خرچ کرنے کے تمام طریقوں

---

[1]۔ عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما عمل آدمي من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، إنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها، وإن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع من الأرض، فطيبوا بها نفسا." (ترمذی، باب ما جاء فی فضل الأضحية، ج:3، ص:159، ط:دار الغرب)

میں سب سے افضل طریقہ جانور کی قربانی کرنا ہی ہے۔[1]

### ۴۔وقت گزرنے کے بعد کا حکم

ہاں، اگر قربانی کے تین دن گزر گئے اور کسی صاحبِ نصاب شخص نے قربانی نہیں کی، تو اب اس کے ذمے قربانی کی قضا لازم ہے۔اس صورت میں وہ جانور ذبح نہیں کرے گا بلکہ ایک بکری کی قیمت صدقہ کرے گا۔لیکن یہ "قضا" ہے، "ادا" نہیں۔

خلاصہ کلام: قربانی محض گوشت خوری یا سماجی خدمت کا نام نہیں، بلکہ یہ "شعائرِ اسلام" میں سے ہے اور اللہ کی توحید واطاعت کا اظہار ہے۔لہٰذا قربانی کے بدلے رقم صدقہ کرنے سے واجب ساقط نہیں ہوتا۔صاحبِ استطاعت مسلمان پر لازم ہے کہ وہ سنتِ ابراہیمی کو زندہ کرے اور جانور ذبح کرکے اللہ کا قرب حاصل کرے۔

## قربانی کے ایام اور چوتھے دن قربانی کا مسئلہ

اہلِ حدیث اور اہل سنت (احناف) کے درمیان قربانی کے ایام کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

### ا۔قربانی کے ایام (احناف کا موقف)

جمہور صحابہ کرام (بشمول حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن

---

[1]۔ " والتضحية فيها أفضل من التصدق بثمنها لأنها تقع واجبة إن كان غنيا وسنة إن كان فقيرا والتصدق بالثمن تطوع محض فكانت هي أفضل لأنها تفوت بفوات أيامها ولو لم يضح حتى مضت أيامها وكان غنيا وجب عليه أن يتصدق بالقيمة سواء اشتراها، أو لم يشترها، وإن كان فقيرا فإن كان اشتراها وجب عليه التصدق بها "(البحر الرائق، ج:8، ص:200، ط:دار الكتاب الإسلامی)

عمر، حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے کہ:

قربانی کے تین دن ہیں: ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ۔

۱۲ ذوالحجہ کا سورج غروب ہوتے ہی قربانی کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا احناف کے نزدیک چوتھے دن (۱۳ ذوالحجہ) کو قربانی کرنا معتبر نہیں ہے۔[1]

## ۲۔ چوتھے دن کی قربانی کی حیثیت

اہلِ حدیث حضرات ۱۳ ذوالحجہ کو بھی قربانی کے جائز ہونے کے قائل ہیں، لیکن احناف کے نزدیک مستند روایات اور جلیل القدر صحابہ کے عمل کی روشنی میں تین دن ہی مقرر ہیں۔[2]

---

[1]۔ مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر قال: الأضحى يومان بعد يوم الأضحى وقال مالك: إنه بلغه عن علي بن أبي طالب مثل ذلك (موطأ ص ۱۸۸: ۱۸۹).

أقول: الآثار نص في الباب، وهي في حكم المرفوع، لأن مثل هذا لا يقال بالرأي، قال الشوكاني في "النيل" (۴: ۳۵۹) قال النووي وروى هذا عن عمر بن الخطاب وعلي وابن عمر وأنس. وحكى ابن القيم عن أحمد أنه قول غير واحد من أصحاب رسول الله ﷺ ورواه الأثرم عن ابن عباس، وكذا حكاه عنه في "البحر"، وهو قول أبي حنيفة وأحمد ومالك اهـ مع بعض التغير. وقيل: أيام الذبح يوم النحر وثلاثة أيام بعده. (اعلاء السنن، باب أن الأضحيه يومان بعد يوم الأضحى، ج: 17، ص: 230۔۔۔236، ط: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية باكستان كراتشي)

[2]۔ اس مسئلے کی گہری علمی اور تفصیلی دلیل کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ نہایت مفید ہے:

1۔ مسئلہ قربانی مع رسالہ سیف یزدانی (حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ)

2۔ قربانی اور اہل حدیث (مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ)

## قصائی کی اجرت کا مسئلہ

قربانی میں ایک عام غلطی قصائی کی اجرت کے حوالے سے ہوتی ہے۔ اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے:

اجرت میں گوشت دینا: قصائی کو اس کی مزدوری یا اجرت کے بدلے قربانی کا گوشت، چربی، سری پائے یا کھال دینا سخت ممنوع اور ناجائز ہے۔

درست طریقہ: قصائی کی اجرت نقدی (پیسوں) کی صورت میں الگ سے ادا کرنی چاہیے۔ ہاں، اجرت پوری دینے کے بعد اگر قصائی کو بطورِ ہدیہ یا ضیافت کچھ گوشت دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

## قربانی یا نمائش؟ اخلاصِ نیت اور نمود و نمائش کا فتنہ

آج کل عیدِ قربان کے موقع پر جانوروں کی نمائش، ان کی قیمتوں پر فخر اور گلی کوچوں میں دکھاوے کا ایک نیا کلچر پروان چڑھ رہا ہے۔ اس رویے کی شرعی حقیقت کو سمجھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے:

### ۱۔ قربانی کی روح: تقویٰ اور اخلاص

قربانی محض ایک جانور ذبح کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک خالص عبادت ہے جس کی بنیاد تقویٰ اور اخلاص پر ہے۔ قرآنِ کریم میں واضح ارشاد ہے کہ اللہ تک نہ اس کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

ریاکاری کا وبال: اگر قربانی میں دکھاوا، شہرت یا نام و نمود کا شائبہ بھی آ جائے، تو وہ عمل ثواب کے بجائے الٹا گناہ اور وبال بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دکھاوے کی عبادت کو قبول نہیں فرماتا۔

## ۲۔مہنگا جانور خریدنا اور نمائش کرنا

جائز صورت: اگر کوئی شخص محض اللہ کی محبت میں اور بہترین نذرانہ پیش کرنے کی نیت سے مہنگا اور خوبصورت جانور خریدتا ہے اور اسے دکھاوے کی غرض سے باہر نہیں کھڑا کرتا، تو یہ کارِ ثواب ہے اور اسے اجر ملے گا۔

ناجائز صورت: اگر مہنگا جانور فیشن کے طور پر، دوسروں پر برتری جتانے کے لیے یا باقاعدہ نمائش (Exhibition) کی غرض سے خریدا جائے، جہاں مرد و زن کا اختلاط ہو اور اسراف (فضول خرچی) کیا جائے، تو یہ عمل قربانی کی روح کے منافی ہے۔ ایسے قیمتی جانور کی اللہ کے ہاں کوئی قدر نہیں۔

## ۳۔مصنوعی مہنگائی اور غبن فاحش

شریعت میں نفع لینے کی کوئی مقررہ حد تو نہیں ہے، لیکن تجارتی مروت اور اخلاقیات کا تقاضا یہ ہے کہ گاہک کو جھوٹ بول کر یا جانور کی قیمت بہت زیادہ بڑھا کر بیچنا درست نہیں ہے۔

مجبوری سے فائدہ اٹھانا: غریب یا درمیانے طبقے کے لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر قیمتوں کو آسمان پر پہنچا دینا، سوشل میڈیا اور ولاگرز کی ویوز کی دوڑ نے بھی جانوروں کی قیمتوں کے بڑھنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اسے عرف میں "غبنِ فاحش" کہا جاتا ہے، مروت کے خلاف ہے اور اس سے بچنا چاہیے۔

## ۴۔قرآنی انتباہ اور احادیثِ مبارکہ

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں (النساء:38)۔ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ:

"جو شخص شہرت کے لیے عمل کرے گا اللہ اسے رسوا کر دے گا، اور جو دکھاوے کے لیے عمل کرے گا اللہ اس کے عیوب ظاہر کر دے گا"۔[1]

خلاصہ : قربانی ایک عاجزانہ عبادت ہے، کوئی مقابلہ حسن ( Beauty Contest ) نہیں۔ آپ کا جانور کتنا ہی مہنگا کیوں نہ ہو، اگر اس کے پیچھے نیت میں کھوٹ ہے تو وہ رائیگاں ہے۔ اپنی قربانی کو چھپانے کی کوشش کریں تاکہ اس میں خالص اللہ کی رضا شامل ہو سکے اور معاشرے کے غریب طبقے کے احساسات بھی مجروح نہ ہوں۔

## ہڈی، چربی اور نمک کا تبادلہ: قربانی کے اجزاء بیچنے کی شرعی حقیقت

قربانی کے بعد اکثر لوگ جانور کی فالتو چربی یا ہڈیاں قصاب کو دے دیتے ہیں یا اس کے بدلے نمک، مصالحے یا رقم لے لیتے ہیں۔ اس کے بارے میں شرعی رہنمائی درج ذیل ہے:

### ۱۔ اپنی قربانی کے اجزاء فروخت کرنا

اگر آپ اپنی قربانی کے جانور کی ہڈی یا چربی کسی کو فروخت کرتے ہیں یا اس کے بدلے نمک وغیرہ لیتے ہیں، تو اس کی گنجائش تو ہے، لیکن:

حکم: اس کے بدلے جو قیمت ملی یا جو سامان (نمک وغیرہ) حاصل کیا، اسے صدقہ کرنا واجب ہے۔

وجہ: قربانی کا جانور خالص اللہ کی راہ میں دیا جاتا ہے، اس کے کسی بھی حصے کو بیچ

---

[1]۔ وعن جندب قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:من سمع سمع اللہ بہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ. متفق علیہ"(مشکاۃ المصابیح کتاب الرقاق،باب الریاء والسمعۃ،الفصل الأول 467،ط:رحمانیۃ)

کرذاتی نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

## ۲۔ہدیہ میں آئے ہوئے گوشت کا حکم

اگرآپ کے پاس کسی دوسرے کے گھر سے قربانی کا گوشت بطورِ ہدیہ (تحفہ) آیا ہے،تو اس کا حکم مختلف ہے:

حکم: دوسروں کے ہاں سے آئے ہوئے گوشت کی ہڈی یا چربی کوفروخت کرنا یا اس کے بدلے نمک وغیرہ لینا بلا کراہت جائز ہے۔اس کی قیمت یا بدلے میں ملی ہوئی چیز کو آپ خود استعمال کر سکتے ہیں اور اسے صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

خلاصہ: قربانی کا جانور خریدنے کے بعد بیچنے کے لیے نہیں ہوتا۔اپنی قربانی کی ہر چیز (گوشت، کھال، ہڈی، چربی) یا تو خود استعمال کریں، یا ہدیہ کریں، یا صدقہ کریں۔ اگر اسے بیچا تو حاصل ہونے والی پائی پائی صدقہ کرنا لازم ہوگی۔[1]

# حلال جانور کے وہ حصے جن کا کھانا جائز نہیں، دُم کھانے کا حکم

عموماً سوال کیا جاتا ہے کہ کیا حلال جانور کی دم کھائی جاسکتی ہے؟ اور وہ کون سے اعضاء ہیں جن سے پرہیز ضروری ہے؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

## 1۔دم کا گوشت: حلال یا حرام؟

واضح رہے کہ حلال جانور (مثلاً گائے، بکرا، اونٹ) کی دم کھانا شرعاً جائز ہے۔ دم کا گوشت دیگر گوشت کی طرح حلال ہے اور اسے پکانے یا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] فَكَمَا يُكْرَهُ لَهُ أَنْ يُعْطِيَ جِلْدَهَا الْجَزَّارَ. فَكَذَلِكَ يُكْرَهُ لَهُ أَنْ يَبِيعَ الْجِلْدَ فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ تَصَدَّقَ بِثَمَنِهِ كَمَا لَوْ بَاعَ شَيْئًا مِنْ لَحْمِهَا۔ (المبسوط للسرخسی: ج۱۲/ص۱۴)

۲۔وہ سات اجزاء جن کا کھانا ناجائز ہے

جانور ذبح تو حلال طریقے سے ہوا ہو،لیکن اس کے جسم کے درج ذیل سات حصے کھانا ممنوع ہیں:

1.دمِ مسفوح: یعنی ذبح کے وقت جانور کے جسم سے بہنے والا خون۔

2.پیشاب کی جگہ (نر اور مادہ): حلال جانور کے نر کا عضوِ تناسل اور مادہ جانور کی شرمگاہ۔

3.خصیے (کپورے): جنہیں عرفِ عام میں کپورے کہا جاتا ہے۔

4.پاخانے کی جگہ: جانور کی دُبر (مقعد)۔

5.مثانہ: پیشاب کی تھیلی۔

6.پتہ: وہ تھیلی جس میں کڑوا مادہ ہوتا ہے۔

7.غدود: گوشت کے اندر موجود سخت گرہیں یا رسولی نما گوشت۔[1]

## قصاب سے ہوشیار!

اکثر قصاب کپورے (خصیے) یا غدود کو عام گوشت کے ساتھ ملا کر فروخت کر دیتے ہیں۔خریداری کے وقت اور گھر میں گوشت صاف کرتے وقت ان سات حصوں کا خیال رکھیں تاکہ آپ کی غذا مکمل طور پر طیب اور حلال رہے۔

خلاصہ: دم حلال ہے،لیکن خون اور غدود حرام۔قربانی کا گوشت تقسیم کرتے وقت یا خود پکاتے وقت ان سات ممنوعہ حصوں کو الگ کر دینا واجب ہے تاکہ عبادت اور غذا دونوں کی پاکیزگی برقرار رہے۔

---

[1]۔(كره تحريما) وقيل تنزيها والأول أوجه (من الشاة سبع الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر) للأثر الوارد فى كراهة ذلك.
(شامية كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۶/۴۹۰، ط: دار الفكر-بيروت)

# عشرہ ذوالحجہ کے آداب اور فضائل

عشرہ ذوالحجہ (ذوالحجہ کے پہلے دس دن) اسلام میں انتہائی فضیلت اور برکت والے دن ہیں۔ ان ایام میں عبادات کے ساتھ ساتھ کچھ خاص آداب اور بال و ناخن نہ کاٹنے کا مسئلہ بھی اہمیت رکھتا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

قرآن وحدیث میں ان ایام کو سال کے بہترین ایام قرار دیا گیا ہے۔

قرآنی قسم: اللہ تعالیٰ نے سورہ الفجر میں "وَلَيَالٍ عَشْرٍ" (اور قسم ہے دس راتوں کی) فرما کر ان ایام کی عظمت بیان فرمائی۔

عبادات کی کثرت: ان ایام میں تسبیح، تحمید اور تکبیرات (سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر) کثرت سے پڑھنی چاہئیں۔

روزہ رکھنا: نو (9) ذوالحجہ یعنی یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا گزشتہ اور پیوستہ (آنے والے) ایک ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

## بال اور ناخن نہ کاٹنے کا مسئلہ:

وہ شخص جو قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے لیے مستحب (پسندیدہ) عمل یہ ہے کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے جسم کے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

حدیثِ مبارکہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعَرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا"

- (ترجمہ: جب ذوالحجہ کا عشرہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، تو وہ

اپنے بال اور کھال (ناخن وغیرہ) میں سے کچھ نہ کاٹے)۔

## فقہی احکامات اور تفصیل:

حکم کا درجہ: امام اعظم ابوحنیفہؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک بال اور ناخن نہ کاٹنا "مستحب" اور "مندوب" ہے۔ یعنی اس پر عمل کرنا باعثِ ثواب ہے، لیکن اگر کوئی کاٹ لے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا اور اس کی قربانی پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

حکمت: اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ قربانی کرنے والا شخص خود حج پر نہیں جا سکا، لیکن وہ اپنی وضع قطع حاجیوں جیسی بنا کر اللہ کی رحمت میں ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے تاکہ وہ بھی مغفرت کا مستحق بن جائے۔

وقت کی حد: یہ پابندی یکم ذوالحجہ سے شروع ہوتی ہے اور جب تک آپ کا جانور ذبح نہ ہو جائے، تب تک رہتی ہے۔ ذبح کے فوراً بعد بال اور ناخن کاٹنا مستحب ہے۔

ایک اہم استثناء: اگر کسی شخص کے بال یا ناخن اتنے بڑے ہو جائیں کہ ان کو نہ کاٹے ہوئے 40 دن سے زیادہ کا وقت گزر رہا ہو، تو اب ان کا کاٹنا "واجب" ہو جائے گا، کیونکہ 40 دن سے زیادہ بال یا ناخن چھوڑنا مکروہِ تحریمی (ناجائز) ہے۔ ایسی صورت میں وہ ذوالحجہ کے احترام کے بجائے شرعی حد کو ترجیح دے گا۔

## کیا یہ حکم سب کے لیے ہے؟

صاحبِ قربانی: یہ حکم بنیادی طور پر اس شخص کے لیے ہے جس کے نام پر قربانی ہو رہی ہے۔ اہلِ خانہ گھر کے باقی افراد جن پر قربانی واجب نہیں، ان کے لیے یہ پابندی نہیں ہے، تاہم اگر وہ بھی برکت کے لیے عمل کریں تو حرج نہیں۔

قربانی نہ کرنے والا: وہ شخص جو غریب ہے اور قربانی نہیں کر سکتا، اس کے لیے بھی مستحب ہے کہ وہ ان ایام میں بال ناخن نہ کاٹے اور عید کے دن قربانی کے بعد کاٹے،

اسے بھی قربانی کا ثواب ملنے کی امید ہے۔

خلاصہ: عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن نہ کاٹنا اللہ سے محبت اور حاجیوں سے مشابہت کا ایک خوبصورت طریقہ ہے، جسے خوش دلی سے اپنانا چاہیے تاکہ مکمل اجر حاصل ہو سکے۔

## تکبیراتِ تشریق: نام کی وجہ اور وقت کی شرعی تحقیق

تکبیرات تشریق یہ ہیں:

اللہ أکبر، اللہ أکبر، لا إلہ إلا اللہ، واللہ أکبر، اللہ أکبر وللہ الحمد

اکثر یہ سوال اٹھتا ہے کہ ان تکبیرات کو "تکبیراتِ تشریق" کیوں کہا جاتا ہے، جبکہ ان کا آغاز 9 ذوالحجہ سے ہو جاتا ہے جو کہ ایامِ تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) سے پہلے کا دن ہے؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

### ۱۔ نام کی وجہ (تغلیب کا قاعدہ)

ان تکبیرات کا وقت 9 ذوالحجہ کی فجر سے 13 ذوالحجہ کی عصر تک ہے۔ چونکہ اس پورے وقت میں 9 تاریخ کے علاوہ باقی تمام ایام (11 تا 13) ایامِ تشریق کہلاتے ہیں، اس لیے عربی زبان کے قاعدے کے مطابق "اکثریت" کی بنیاد پر ان تمام دنوں کی تکبیرات کو "تکبیراتِ تشریق" کہہ دیا جاتا ہے۔

### ۲۔ "تشریق" کے معنی

فقہاء نے اس نام کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں:

گوشت خشک کرنا: قدیم زمانے میں لوگ قربانی کا گوشت دھوپ میں رکھ کر خشک کرتے تھے، جسے عربی میں "تشریق اللحم" کہا جاتا ہے۔

سورج کی روشنی: نمازِ عید کے لیے سورج چڑھنے (شروقِ شمس) کا انتظار کرنے کی نسبت سے بھی اسے یہ نام دیا گیا۔

## ۳۔آغاز اور اختتام کا شرعی ثبوت

ان تکبیرات کے وقت کا تعین محض نام پر نہیں، بلکہ احادیثِ مبارکہ پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 9 ذوالحجہ (یومِ عرفہ) کی فجر سے 13 ذوالحجہ کی عصر تک یہ تکبیرات ادا فرماتے تھے۔سنن الدارقطنی میں ہے:

عن جابر عن أبي الطفيل عن علي وعمار أن النبي صلى الله عليه وسلم ..... كان يكبر يوم عرفة صلاة الغداة ويقطعها صلاة العصر آخر أيام التشريق".(389/2)

یہی احناف کا مستند اور مفتی بہ قول ہے۔

خلاصہ: اگرچہ تکبیرات 9 ذوالحجہ سے شروع ہوجاتی ہیں، لیکن چونکہ ان کا زیادہ تر حصہ ایامِ تشریق میں ادا کیا جاتا ہے، اس لیے انہیں تغلیبا تکبیراتِ تشریق کہا جاتا ہے۔ان کا وقت 9 ذوالحجہ کی فجر سے 13 کی عصر تک کل 23 نمازیں ہیں۔[1]

---

[1]۔ وذهب أكثر أهل العلم إلى أنه يبتدئ التكبير عقيب صلاة الصبح من يوم عرفة ، ويختم بعد العصر من آخر أيام التشريق، وهو قول عمر وعلي، وبه قال مكحول، لما روى عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي صلاة الغداة يوم عرفة، ثم يستند إلى القبلة، فيقول : الله أكبر ، الله أكبر ، الله أكبر ، لا إله إلا الله ، والله أكبر ، الله أكبر ولله الحمد، ثم يكبر دبر كل صلاة إلى صلاة العصر من آخر أيام التشريق."(شرح السنة 146/7)

## حرفِ آخر: تقویٰ ہی اصل بنیاد ہے

الحمدللہ! قربانی کے جدید وقدیم مسائل پر مشتمل یہ مجموعہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس کتاب کی تیاری میں ہماری کوشش رہی ہے کہ روایتی فقہی مسائل کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کے زریں اور جدید تمدنی سوالات کے جوابات بھی مستند حوالوں کے ساتھ آپ تک پہنچائے جائیں۔ اس کتاب میں درج مسائل مستند فقہی مآخذ سے لیے گئے ہیں۔ تاہم، کسی بھی پیچیدہ یا انفرادی صورتحال میں اپنے قریبی مستند مفتیان کرام یا دارالافتاء سے رجوع کرنا ہی زیادہ بہتر اور احتیاط پر مبنی ہے۔

لیکن یاد رکھیے! قربانی محض ایک جانور ذبح کرنے، گوشت کی تقسیم یا ایک سالانہ رسم کا نام نہیں ہے۔ یہ اس عظیم سنتِ ابراہیمی کی یادگار ہے جو ہمیں اللہ کی رضا کے لیے اپنی محبوب ترین چیز قربان کرنے کا سبق دیتی ہے۔ قرآنِ کریم کا ابدی فیصلہ ہے:

"اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اسے تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔" (سورۃ الحج: 37)

## ہماری دعا

اللہ رب العزت ہماری اس ادنیٰ سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اس کتاب کو مصنف، معاونین اور قارئین کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ باری تعالیٰ ہمیں محض رسماً قربانی کرنے کے بجائے اس کی روح اور حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری

قربانیوں کو تقویٰ کے اس معیار پر پورا اتارے جو اسے پسند ہے۔

اگر اس کتاب کے مطالعے سے آپ کے علم میں اضافہ ہوا ہو اور آپ کی عبادت درست سمت میں مڑ گئی ہو، تو اسے ہم اپنی کامیابی تصور کریں گے۔ اپنی دعاؤں میں ہمیں اور امتِ مسلمہ کو ضرور یاد رکھیے گا۔

تقبل اللہ منا ومنکم صالح الاعمال

خادمِ طلباء

مفتی اکرام اللہ عفی اللہ عنہ

23 ذوالقعد، ۱۴۴۷ھ (مطابق مئی ۲۰۲۶ء)